حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

معارفِ حدیث

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تحقیقات

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس نوجوان محقق اور دانشور ہیں۔ متنوع موضوعات پر ان کے رشحاتِ قلم ان کی اجتہادی فکر کے غماز ہیں۔ فکرِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف جہات، موصوف کی علمی اور فکری تگ و تاز کا خصوصی میدان ہے۔(۱) چہل حدیث (۲) مکتوبات امام ربانی کے ماخذ، کے بعد ایک سال کی قلیل مدت میں فکرِ مجددؒ پر زیرِ نظر تالیف، فاضل مصنف کی تیسری کاوش ہے۔

ایک ایسے دور میں جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارنامے کرامات کے ڈھیر میں گم ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، ڈاکٹر صاحب کا شیخ مجدد کی خدمات کو عصری اسلوب اور علمی و تحقیقی آہنگ میں پیش کرنا بذاتِ خود ایک تجدیدی کارنامہ ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی فکر پر فاضل محقق کی جملہ کتب محض تالیفات کے زمرے میں نہیں آتیں، بلکہ ان میں تخلیق کا رنگ کافی نمایاں ہے، جس پر وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ فاضل محقق کی یہ پیش رفت جاری رہی تو بہت جلد وہ فکرِ مجدد الف ثانیؒ کے فہم و فروغ کے حوالے سے علمی حلقوں میں سند کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ زیرِ نظر کتاب

Marfat.com

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ
اور
معارفِ حدیث

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تحقیقات
8-سی، محی الدین بلڈنگ، دربار مارکیٹ، لاہور
فون: 042-5033837 موبائل: 0321-8438292

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور معارف حدیث
مؤلف	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
ناشر	تحقیقات لاہور (+92)321-8438292 (+92)-42-5033837
پروف ریڈنگ	شاہد حسین، محمد قاسم
خطاطی	احمد علی بھٹہ
کمپیوٹر کمپوزنگ	وقار احمد، صبح نور کمپیوٹرز، فیصل آباد
زیر اہتمام	چوہدری محمد عمران اشرف، محمد راشد مگھالوی
سن اشاعت	ستمبر ۲۰۰۸ء / رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ
قیمت	220/30$ روپے

لائبریری کیٹلاگ

297.4
ش م س

شمس ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور معارف حدیث

لاہور، تحقیقات 2008ء

160 ص

۱۔ حدیث ۲۔ تصوف

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
6	حرف آغاز	(۱)
11- 46	باب اول - حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث	(۲)
13	حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محدث	(۳)
16	حجیت حدیث اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	(۴)
24	اسانید حدیث	(۵)
28	امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک	(۶)
32	امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ تک	(۷)
33	حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تک	(۸)
34	اسانید مشکوٰۃ	(۹)
36	کتب احادیث جن کی اجازت حاصل کی	(۱۰)
38	حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث میں اساتذہ	(۱۱)
44	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے محدثین پر اثرات	(۱۲)
143-49	باب دوم - حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور معارف حدیث	(۱۳)
140	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد و وظائف	(۱۴)
146	مختصر تجزیہ	(۱۵)
	تصاویر	(۱۶)
152-148	کتابیات	(۱۷)
	Abstract	(۱۸)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ

(جنہوں نے دور حاضر میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی فکر پر علمی و تحقیقی
کام کرنے کی روایت کو مربوط کیا)

اور

سیدی و مرشدی علامہ محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی
کے درس حدیث
کے نام
(جہاں سے مجھے اس کام کے لئے فکری رہنمائی ملی)

طالب دعاء
محمد ہمایوں عباس شمس

Marfat.com

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴿فاطر: ٢٨﴾

Marfat.com

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ بعض محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے ''جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو وہ حدیث ہے، خواہ وہ قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا جبلی یا اخلاقی صفات، یا قبل از اعلانِ نبوت اور مابعد کی سیرت مبارکہ ہو۔'' حدیث نبوی کی تعریف جن الفاظ میں بھی کی جائے، یہ امر ایک حقیقت ہے کہ احادیث کی حفاظت، ترویج واشاعت اور اس کو علم وفن کی صورت میں مرتب کرنے کی جو کاوشیں محدثین نے کیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ اور عقیدہ ختم نبوت کا لازمی تقاضا ہے ''علوم الحدیث'' کے نام سے مسلمانوں نے جس فن کی نبیاد ڈالی تاریخ انسانی میں اس کی دوسری مثال ملنا محال ہے۔

حدیث کے وحی اور مآخذ شریعت ہونے کی وجہ سے جہاں مسلمان گئے، علم حدیث بھی ساتھ ہی منتقل ہو گیا۔ دسویں صدی ہجری میں ایرانی مابعد الطبیعاتی کے زیر اثر برصغیر میں نبوت اور مقامِ نبوت سے ناواقف لوگوں نے عقل انسانی کے فیصلوں کو ہی حرف آخر قرار دینے کی سعی مذموم کی تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم نبوت کے ذریعہ ان افکار ونظریات کو تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور وناقص ثابت کیا۔ آپ نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سختی سے پابندی پر زور دیا، احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کو مدارِ نجات قرار دیا۔ بدعت کے حوالہ سے آپ کی تحقیقات آپ کے نزدیک حدیث وسنت کی اہمیت اور مقام

Marfat.com

ومرتبہ کا واضح ثبوت ہیں۔ مکتوبات اور دیگر تالیفات میں ''محدثِ سرہند'' نے احادیث سے استدلال واستشہاد کیا۔ بعض مقامات پر ایک حدیث کی وضاحت کے لئے کئی دوسری احادیث بھی نقل کیں۔ احادیث کی تشریحات وتوضیحات، محدثین اور صوفیہ کے اسلوب پر فرمائیں۔ کسی کو احادیث میں کہیں تضاد نظر آیا تو اس کی تطبیق فرمائی۔ الغرض حجیت حدیث اور مقامِ حدیث کو اجاگر کرنے کی ایک شعوری کوشش ''محدثِ سرہند'' کی تحریرات میں نظر آئیگی۔ زیرِ نظر کتاب میں آپ کی ان کوششوں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ ''حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور معارف حدیث'' میں علم حدیث سے متعلق آپ کی تحریروں کو ہی ایک خاص ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ چونکہ علم حدیث میں اسانید کی خاص اہمیت ہے اس لئے ''محدث سرہند'' (رحمۃ اللہ علیہ) کی بعض اسانید اور علم حدیث میں آپ کے فیضان کے چند پہلو اس کتاب میں شاید نئے ہوں۔ علاوہ ازیں احادیث واقوال کی تخریج بھی کردی گئی ہے۔ آپ کے استادِ حدیث شیخ یعقوب کشمیری رحمہ اللہ کے مزار اقدس (واقع سری نگر) کی تصاویر بھی پہلی مرتبہ شائع کی جارہی ہیں۔

اس موضوع پر لکھنے کا داعیہ اس وقت پیدا ہوا جب گذشتہ سال (رمضان المبارک ۲۰۰۷ء/ ۱۴۲۸ھ) میں ایک دیرینہ دوست حافظ محمد اختر زید مجدہ سے برطانیہ کے شہر ریڈنگ میں ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اسی موضوع پر کراچی میں کانفرنس کے لئے لکھنے کا حکم ملا۔ کانفرنس میں یہ مقالہ تو پیش نہ ہوسکا۔ تاہم ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے نام سے منسوب کرکے اس کتاب کو تحقیقات لاہور شائع کرنے کا اہتمام کررہا ہے۔

میں اس کتاب کو سیدی ومرشدی علامہ محمد کریم سلطانی دامت برکاتہم العالیہ کے درس حدیث کا فیضان سمجھتا ہوں۔ والدین اور اساتذہ کی دعاؤں نے ہمیشہ میرے لئے مشکل راہوں کو آسان کیا۔ حضرت محدث سرہند رحمۃ اللہ علیہ کی اسانید حدیث کی تلاش نہ کرسکتا اگر شیخ الحدیث والتفسیر علامہ علی احمد سندھیلوی دامت برکاتہم العالیہ شفقت ومحبت نہ فرماتے۔

Marfat.com

اسانید کے لئے حضرت سیدی آغا عمر مجددی مدظلہ العالی (جو کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسبی وروحانی فرزند ہیں اور آج کل کوئٹہ میں تشریف فرما ہیں) کے بھرپور تعاون اور توجہات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اہم فریضہ سمجھتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفکری جہات پر اس نوعیت کے یہ کام دراصل ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے میں بھی ممد ومعاون ثابت ہوں گے، جس میں تصوف کو متوازی دین ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے۔ صوفیہ کی علمی وفکری خدمات کے ان پہلوؤں پر دورِ حاضر میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اوّلاً واخراً والصَّلوٰةُ والسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ محمدٍ وّ اٰلِهٖ دَائماً وسَرْمَداً والسَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی.

طالب دعاء

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

شعبہ اسلامیات،

جی سی یونیورسٹی، لاہور

۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ / ۲۷ر ستمبر ۲۰۰۸ء

Marfat.com

Marfat.com

حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

علمِ حدیث

باب اوّل

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

Marfat.com

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محدث

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی بہلول بدخشی سے کتب احادیث پڑھیں۔ حدیث میں آپ کی مہارتِ تامہ کا اندازہ آپ کے رسائل اور مکتوبات سے لگایا جا سکتا ہے۔ [1] مکتوبات میں کم وبیش تین سو [2] احادیث کے حوالے بعض مقامات پر نہایت عمدہ تشریح کے ساتھ ملتے ہیں۔

علم حدیث میں آپ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "متن حدیث میں ایک اربعین یعنی چالیس منتخب احادیث [3] کا مجموعہ آپ کی تالیف ہے جو عام طور پر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ جس نے آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کی شہادت دے گا کہ آپ کا مقامِ علمِ حدیث میں کتنا بلند تھا۔" [4] آپ کی محدثانہ حیثیت کے پیشِ نظر سید احمد رضا بجنوری نے مقدمہ انوار الباری میں محدثین احناف میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ [5] اور انور شاہ کشمیری [6] شاہ عبدالغنی مجددی [7]

---

(۱) کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور ۱۳۰۷ھ، ص: ۱۳۰

(۲) اگر ایک حدیث مختلف مقامات پر ہے تو اسے ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔

(۳) ان احادیث کو مع مقدمہ، اردو، انگریزی ترجمہ اور احادیث کی تخریج کے ساتھ تحقیقات لاہور نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔

(۴) ندوی، شاہ معین الدین احمد، مقالات سلیمان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۱۹۸۹ء، ج ۲ ص: ۳۴

(۵) بجنوری، سید احمد رضا، مقدمہ انوار الباری، مکتبہ حفیظیہ، گوجرانوالہ ۱۹۸۸ء، ج ۲ ص ۷۸ تا ۸۰

(۶) کشمیری، انور شاہ، فیض الباری، مجلس علمی ڈابھیل، الہند ۱۹۳۸ء، ج ۱، ص: ۱۹

(۷) عبدالغنی، مجددی، انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص: ۳، ۹، ۳۱۵، ۳۲۳، ۳۳۰

Marfat.com

علامہ شبیر احمد عثمانی ۱، سید احمد رضا بجنوری ۲، مولانا ادریس کاندھلوی ۳، سراج احمد سرہندی ۴، مولانا سلیم اللہ خاں ۵ نے اپنی شروحات میں محمد زکریا سہارنپوری نے صحاح ستہ کے متعلق اپنے مکاتیب میں ۶ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے دیے۔ شیخ عبدالغنی نے تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات محمد سعید نے تشیید المبانی فی تخریج احادیث المکتوبات للامام الربانی اور مولانا سعید نقشبندی نے مکتوبات کے اردو ترجمہ میں احادیث کی تخریج کی۔ ۷ ڈاکٹر بابر بیگ مطالی نے احادیثِ مکتوبات کی تخریج کے حوالے سے پی۔ایچ۔ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ لکھا۔ مکتوبات و دیگر رسائل میں آپ نے بعض مقامات پر اصول حدیث کے فنی مباحث جیسے صحیح، حسن، خبر واحد، خبر متواتر اور راویوں پر جرح وغیرہ کے حوالے سے بھی گفتگو کی ۸ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

---

(۱) عثمانی، علامہ شبیر احمد، فضل الباری شرح صحیح بخاری، ادارہ علوم شرعیہ، کراچی، ج ۱ ص: ۱۲۳

(۲) بجنوری، سید احمد رضا، انوار الباری شرح اردو صحیح بخاری، ج ۱ ص: ۶۵/ ج ۲ ص ۸۳، ۸۴

(۳) کاندھلوی، محمد ادریس، التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، مکتبۃ العثمانیہ لاہور، ج ۱ ص: ۱۳
کاندھلوی، محمد ادریس، الابواب والتراجم اردو شرح بخاری شریف، کتب خانہ جمیلی، لاہور، ص: ۸۴، ۹۴

(۴) سراج احمد سرہندی، شروح مجموعہ اربعہ ترمذی، مطبع نظامی، کانپور ۱۳۰۶ھ، ج ۱ ص: ۳۰۱

(۵) سلیم اللہ خاں، مولانا، کشف الباری، مکتبہ فاروقیہ، کراچی ۱۴۱۸ھ، کتاب التفسیر ص: ۱۴

(۶) سہارنپوری، محمد زکریا، مکتوباتِ علمیہ، مرتب: محمد شاہد سہارنپوری، سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی ۱۳۹۳ھ، ص: ۱۴۲

(۷) محمد سعید، تشیید المبانی فی تخریج احادیث المکتوبات للامام الربانی، حیدر آباد دکن ۱۳۲۳ھ، ص: ۳۰

(۸) ملاحظہ فرمایئے: ''سرہندی، شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ، مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۱۶۲، ۳۰۹/ دفتر دوم، مکتوب: ۸۷/ معارف لدنیہ ص: ۷۷/ مبدأ و معاد، ص ۱۲۶ تا ۱۲۸/ تائید اہل سنت، ص: ۵۵، ۳۷ دفتر سوم مکتوب ۲۴ میں عبدالرزاق کو اکابر شیعہ میں سے قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام ذہبی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکابر محدثین میں سے ہیں۔''

Marfat.com

حدیث واصول حدیث پر آپ کی کس قدر گہری نظر تھی۔عصرِ حاضر کے نامور محدث مولانا غلام رسول سعیدی نے ایک روایت کے مفہوم کو اس لئے صحیح قرار دیا کہ مکتوبات میں حضرت مجدد رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ نے اسے نقل کیا ہے۔اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں: ''شیخ مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ کا جو علمی اور تحقیقی مقام ہے وہ خویش و بیگانہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور مکتوبات میں شیخ کا اس حدیث کو متعدد بار ذکر کرنا اور اس سے استدلال کرنا اس امر پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک حدیث لو لاک لما خلقت الافلاک معنیً صحیح اور ثابت ہے۔[1]

(۱) سعیدی، غلام رسول، مقالاتِ سعیدی، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص: ۱۳۸

حجیت حدیث اور حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے نبوت و رسالت کے سلسلہ کا آغاز کیا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والسلام کی مبارک و مقدس زندگیاں، انسانوں کی فلاح و کامرانی کی ضمانت ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کے نقوشِ پا کی اتباع ہی خدا کی خوشنودی و رضا کا ذریعہ ہے۔ خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری انسانیت پر خداوند قدوس کا سب سے بڑا انعام اور فضل ہے۔ سلسلہ نبوت کا ختم ہونا، دینی، ثقافتی اور نظریاتی اعتبار سے مسلمان کا ایمان ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ،

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

کے مطابق مسلمان کی زندگی کا دستور و لائحہ عمل اور ضابطہ حیات ہے۔ آپ کی اطاعت واتباع ہی سے محبوب خدا بنا جا سکتا ہے۔

اسی جذبہ اطاعت واتباع کی تکمیل کے لئے محدثین اور سیرت نگاروں نے اپنی زندگیاں وقف کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز و شب کے معمولات و عادات کریمہ کو اکٹھا کیا۔ اس طرح ہمارے اسلاف کی ان کوششوں کے نتیجہ میں اب ہمارے سامنے زندگی گذارنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و سیرت کی روشنی میں رہنما اصول موجود ہیں۔ یہ تگ و دو خود اس بات کی شاہد ہے کہ اسلامی طرز حیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کس قدر اہمیت کی حامل ہیں۔ مگر اس کے باوجود قدیم و جدید معتزلہ نے ہمیشہ اپنی عقل پر ناز کرتے ہوئے ان کی اہمیت وافادیت کو مختلف حیلے بہانوں سے کم کرنے کی کوشش کی مگر امت نے بحیثیت مجموعی اس فتنہ پر علمی اور عملی حوالے سے کاری ضرب لگائی اور ایسے افکار کی سختی سے تردید کی۔

دسویں صدی ہجری میں جب ایرانی مابعدالطبیعات نے دین اکبری کے روپ میں بال و پر نکالنے کی کوشش کی تو برصغیر میں شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے عملاً جدوجہد کی۔ اکبری فکر وفلسفہ یہی تھا کہ عقل ہی انسان کے جملہ معاملات ومسائل کے حل کے لئے کافی ہے۔ اب عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ وناطہ قائم رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس تناظر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریرات میں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ وتعلق کی استواری پر زور دیا۔ اپنے مکتوبات میں اطاعت واتباعِ رسول کا قرآن کریم میں جو حکم دیا گیا ہے اس کا بار بار حوالہ دیا۔ اپنی فکر کی بنیاد تعلیمات نبویہ پر رکھی۔ صوفیہ ہوں یا فقہاء، رعایا ہو یا بادشاہ سب کے سب اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پابند ہیں۔ حجیت حدیث کو ثابت کرنے کے لئے یہی وہ کام تھا جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور میں کیا۔ آپ کا رسالہ اثبات النبوۃ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مدارج النبوۃ اور شروح حدیث رقم کرنا بھی اس دور میں حجیت حدیث کے لئے کام کرنے کی ضرورت واہمیت کو واضح کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو علمی وتحقیقی گفتگو کی وہ بے مثال اور عدیم النظیر ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اتباع کی باقاعدہ درجہ بندی کی۔ اس حوالے سے سید شاہ محمد کو لکھا گیا مکتوب ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''پہلا درجہ عوام اہل اسلام کے لئے ہے۔ یعنی تصدیقِ قلبی کے بعد اطمینانِ نفس سے پہلے جو کہ درجہ ولایت سے وابستہ ہے احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے اور علمائے ظاہر، عابد اور زاہد حضرات جن کا معاملہ ابھی اطمینانِ نفس تک نہیں پہنچتا سب اسی متابعت کے درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی ظاہری صورت کے حاصل کرنے میں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ اس مقام میں نفس ابھی کفر وانکار پر ہی اڑا ہوا ہوتا ہے اس لئے یہ درجہ متابعت کی صورت کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ متابعت کی یہ صورت، اس کی حقیقت کی طرف آخرت کی کامیابی اور نجات کا موجب اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے

Marfat.com

کمال کرم سے نفس کے انکار کا اعتبار نہ کر کے صرف تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق پر وابستہ کیا ہے

می توانی کہ دہی اشک مرا حُسنِ قبول
اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

اے وہ ذات کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا، تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ میرے آنسو کے قطرے کو حسن قبول عطا فرمائے۔

(۲) متابعت کا دوسرا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقوال واعمال کی متابعت ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اخلاق کا درست کرنا، بُری عادتوں کا دور کرنا، باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا ازالہ کرنا وغیرہ وغیرہ جو مقامِ طریقت سے متعلق ہیں اور اتباع کا یہ درجہ اُن ارباب سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جو طریقہ صوفیہ کو شیخ مقتدا سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔

(۳) متابعت کا تیسرا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان احوال، اذواق اور مواجید کی متابعت ہے جو ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان اربابِ ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہوں۔ جب مرتبہ ولایت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو نفس بھی مطمئنہ ہو جاتا ہے اور طغیان وسرکشی سے باز آ جاتا ہے انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آ جاتا ہے۔ اس کے بعد جس قدر متابعت میں کوشش کرے گا وہ متابعت کی حقیقت ہوگی۔ اگر نماز ادا کرے گا تو متابعت کی حقیقت بجالائے گا اور اگر روزہ ہوگا تو اس کا بھی یہی حال ہوگا، اور اگر زکوٰۃ ہے تو وہ بھی اسی طریقے پر ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس شریعت کے تمام احکام بجالانے میں ''حقیقتِ متابعت'' شامل حال ہو جاتی ہے۔

(۴) (متابعت کا) درجہ چہارم یہ ہے کہ پہلے درجے میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اس اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ درجہ علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے ساتھ

Marfat.com

مخصوص ہے۔ جو اطمینان نفس کے بعد حقیقتِ متابعت کی دولت سے سرشار ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کو تمکینِ قلب کے بعد اگرچہ ایک طرح کا اطمینانِ نفس حاصل ہو جاتا ہے لیکن نفس کو کمال درجہ اطمینان کمالاتِ نبوت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے جو کہ وراثت کے طور پر ان کمالات سے علماء راسخین کو بھی حصہ حاصل ہے۔ پس علماء راسخین نفس کے کمالِ اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت، جو کہ اتباع کی حقیقت ہے، سے متحقق ہوتے ہیں اور دوسروں کو چونکہ یہ کمالات حاصل نہیں ہوتے اس لئے کبھی وہ شریعت کی صورت سے متلبس اور کبھی اس کی حقیقت سے متحقق ہوتے ہیں۔

(۵) متابعت کا پانچواں درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف ان کمالات کی اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کا حصول خداوند جل سلطانہٗ کے محض فضل و احسان پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ سابقہ درجات کی اس درجے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ یہ کمالات بالاصالۃ اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوسروں کو تبعیت و وراثت کے طور پر حاصل ہوتے ہیں۔

(٦) متابعت کا چھٹا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کی اتباع ہے جو آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا اسی طرح اس چھٹے درجہ میں بھی ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضل و احسان سے بالا و برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجے کے علاوہ متابعت کے یہ پانچ درجے مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ان کا حصول بھی صعود پر موقوف ہے۔

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ سابقہ تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام میں نزول تصدیقِ قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی ہے جو طغیان و سرکشی سے باز آ گئے

Marfat.com

ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء تھے اور یہ درجہ ان اجزاء کے کُل کی مانند ہے۔"[1]
اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تحقیقات سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سنت وحدیث کی اہمیت کس درجہ بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔

حجیت حدیث کے بارے میں آپ کے درج ذیل جملے اپنی معنویت اور فکر انگیزی کی بناء پر نہایت ہی اہم اور معروف ہیں۔

"کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلام محی الدین عربی وصدرالدین قُونیوی وعبدالرزاق کاشی۔"

ہمیں تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام (حدیث) درکار ہے نہ کہ حضرت محی الدین عربی، صدرالدین قونیوی اور عبدالرزاق کاشی کا کلام۔ آگے تحریر فرماتے ہیں مارا بانص کار است نہ بفص فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔[2]

ہم کونص (قرآن وحدیث) سے کام ہے نہ کہ فص (فصوص الحکم) سے، فتوحات مدنیہ (احادیث) نے ہم کو فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

کتنا بلیغ اور گہرا اشارہ ہے جو قاری پر حدیث کی اہمیت واضح کر رہا ہے۔ آپ کے مکتوبات سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ فتوحات مکیہ کو تو فتوحات مدنیہ کی کنجی ہونی چاہیے۔ عبدالرحیم خان خاناں کو لکھے گئے خط کے دعائیہ کلمات ملاحظہ فرمائیں: "فتوحات مکیہ مفاتح فتوحات مدنیہ باد[3] اس کی شرح کرتے ہوئے مکتوبات کے مصحح نور احمد لکھتے ہیں: "احوال ومواجید ومطالعہ کلمات قدسیہ حضرات صوفیہ کرام علیہم الرضوان موجب اتباع شریعت غراء وسنن مصطفویہ باد۔"[4]

صوفیہ کے احوال ومواجید اور ان کی تصانیف کا مطالعہ اتباع شریعت وسنت کا ذریعہ ہونا چاہیے نہ کہ ان چیزوں سے بے نیاز کرنے کا سبب۔

(۱) دفتر دوم، مکتوب: ۵۴ (۲) دفتر اول مکتوب: ۱۰۰
(۳) دفتر اول مکتوب: ۱۹۸ (۴) مکتوبات امام ربانی، مکتبہ احمدیہ مجددیہ کوئٹہ، جلد اول: ۸۷

Marfat.com

اس حوالہ سے آپ نے بعض صوفیہ کے غلبہ حال اور سکر کی وجہ سے کہے گئے ایسے کلمات، جن سے وہم ہوتا تھا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت دو الگ الگ چیزیں ہیں، پر سخت تنقید کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔(۱) (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی) حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اطاعت رسول کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ عزوجل کی وہ اطاعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت (واتباع) کی شکل میں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے اور اس حقیقت کی تاکید و تحقیق کے لئے کلمہ قَدْ ''تاکیدیہ'' لایا گیا ہے تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں اطاعتوں کے درمیان فرق پیدا نہ کرے اور ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے۔ چنانچہ دوسری جگہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ایک جماعت کے حال میں جو ان دونوں اطاعتوں (یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت) کے درمیان فرق پیدا کرتی ہے بطور شکایت فرماتا ہے: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ (۲) (اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ بعض (آیات) پر ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس (حق وباطل) کے بین بین راہ اختیار کرلیں یقیناً یہی لوگ کافر ہیں)

ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم نے سُکر اور غلبہ حال کی وجہ سے ایسی باتیں کہی ہیں جو ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتی ہیں اور ایک کی محبت کو دوسرے کی محبت پر ترجیح دینے کی خبر دیتی ہیں۔ (جیسا کہ) منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے دوران ''خرقان'' کے نزدیک ٹھہرا ہوا تھا، وہاں سے اس نے اپنے وکیلوں کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھیجا اور خواہش ظاہر کی کہ حضرت شیخ اس (سلطان) کی ملاقات کو

(۱) نساء: ۸۰ (۲) نساء: ۱۵۰-۱۵۱

Marfat.com

آئیں اوراپنے وکیلوں سے کہ دیا کہ اگر شیخ سے اس معاملہ میں توقف محسوس ہوتو یہ آیت اَطِیْعُوااللّٰہ وَاَطِیْعُوالرَّسُوْلَ وَاولِی الْاَمْرِ مِنْکُم۔ ۱؎ (اطاعت کرواللہ تعالیٰ کی اوراطاعت کرورسول اللہ کی اوران کی جوتم میں سے حکمران ہوں) اُن کے سامنے پڑھیں۔ (چنانچہ) جب وکیلوں نے شیخ کی طرف سے توقف محسوس کیاتو آیت کریمہ اُن کے سامنے پڑھی۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں اطیعوااللہ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اطیعواالرسول کی اطاعت سے شرمندہ ہوں اوراطاعت اولی الامر کے متعلق کیا بیان کروں۔ حضرت شیخ نے اطاعت حق سبحانہٗ کواطاعتِ رسول کے علاوہ سمجھا، یہ بات (سکر کی بناء پر ہے اور) استقامت سے بعید ہے۔ مستقیم الاحوال مشائخ نے اس قسم کی باتوں سے پرہیز کیا ہے۔ اورشریعت، طریقت اورحقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی اطاعت کورسول کی اطاعت میں جانتے ہیں اورحق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نہ ہواُسے عین ضلالت وگمراہی خیال کرتے ہیں۔'' ۲؎

آپ کے یہ افکاراس بات کوواضح کرتے ہیں کہ سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی ہی حیات مسلم کا طرہ امتیاز ہے اوراس کے علاوہ ہدایت کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کا دوسرے سلاسل سے امتیاز ہی یہ ہے کہ یہاں اس مسئلہ پرنہایت سختی وشدت سے عمل کیا جاتا ہے۔

اس حوالہ سے مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

دفتر اول	مکتوب: ۹، ۷۵، ۷۷، ۲۵۶
مبداومعاد	منہا: ۳۶
معارف لدنیہ	معرفت: ۴۰

---

(۱) نساء: ۵۱

(۲) دفتر اول، مکتوب: ۱۵۲

Marfat.com

اس سلسلہ میں آپ نے بعض صوفی شعراء کے اشعار بھی نقل کیے ہیں

محال است سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز در پے مصطفیٰ [1]

اے سعدی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر صراط مستقیم پر چلنا ناممکن ہے۔

---

(۱) دیوان سعدی، ص: ۱۴۸

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث
(حدیث مسلسل بالاولیت)

واماسنده فی الحدیث المسلسل بالأولیة قال سمعت من قدوة المحدثین وزبدة المختصین القاضی بهلول وهو أول حدیث سمعته منه قال سمعتهٔ من لفظ سیّدی بقیة السلف الشیخ المعظم عبدالرحمن بن فهد وهو أوّل حدیث سمعته منه قال سمعته من لفظ سیّدی ووالدی عبدالقادر بن عبدالعزیز بن فهد عن لفظ شقیقه سیدی وعمی الحافظ جارالله بن فهد وهو أول حدیث سمعته منهما قالا حدثنا والدنا الحافظ عز الدین عبدالعزیز بن فهد وهوأوّل حدیث سمعناه منه قال حدثنی به جدی الحافظ الرحلة تقی الدین محمد بن فهد الهاشمی العلوی وهو أوّل حدیث سمعته منه. قال حدثنی به جمع من المشائخ الأعلام أجلهم العلامة برهان الدین الأبناسی سماعا من لفظه وقاضی القضاة أبو حامد المطری بقراء تی علیه بالحرم الشریف مکة وهو اوّل حدیث سمعته منهما قالا أخبرنا الخطیب صدر الدین سمعته منه وقال المطری وهو أوّل حدیث رویته عنه أخبرنا الشیخ نجیب الدین عبداللطیف الحرانی وهو أوّل حدیث سمعته منه قال أخبرنا الحافظ أبو الفرج ابن الجوزی وهو أوّل حدیث سمعته منه. قال أخبرنا أبوسعید اسمعیل بن أبی صالح النیشابوری وهو أوّل حدیث سمعنا منه أنه قال أخبرنا أبو صالح أحمد بن عبدالملک المؤذن وهو أوّل حدیث سمعته منه قال حدثنا أبوطاهر محمد بن محسن الزمادی وهوأول حدیث سمعته منه قال حدثنا أبو حامد أحمد البزار وهو أول حدیث سمعته منه قال

Marfat.com

حدثنا عبدالرحمن بن بشير بن الحكيم الغندرى وهو أول حديث سمعته منه قال حدثنا سفيان بن عيينه وهو أوّل حديث سمعته منه عن عمرو بن دينار عن أبى قابوس مولى عبدالله بن عمرو بن العاص عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال:

الراحمون يرحمهم الرحمٰن ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء۔(1)

---

(1) اس سند کے لئے ملاحظہ فرمائیں

الجنات الثمانیہ (قلمی) ورق: ۳۳،۳۴۔ ا

فہرس الفہارس والاثبات، جلد اول، ص: ۹۱

زبدۃ المقامات، ص: ۱۹۲-۱۹۳

الجنات الثمانیہ (تحقیق محمد بدرالسلام الصدیقی) ص: ۳۲-۳۳

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث مسلسل بالاولیت

حدیث مبارکہ الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[1] کی اس سند میں راویوں کے جو اسمائے گرامی آئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن العاص (م: ۶۵ھ)[2]

ابوقابوس مولیٰ عمرو بن العاص[3]

عمرو بن دینار (م: ۱۲۶ھ)[4]

سفیان بن عُیَیْنة بن ابی عمران (۱۰۷-۱۹۸ھ)[5]

(۱) سنن الترمذی، رقم: ۱۹۲۴/ المستدرک علی الصحیحین، جلد۴، ص: ۲۴۸/ السنن الکبریٰ، جلد۹، ص: ۴۱

(۲) تہذیب التہذیب، جلد۵، ص: ۳۳۷-۳۳۸

(۳) ابن حجر لکھتے ہیں عن مولاہ عبداللہ بن عمرو بن العاص بحدیث الراحمون یرحمهم الرحمٰن وعنه عمرو بن دینار (تہذیب التہذیب، جلد۱۲، ص: ۲۰۳)

(۴) عمرو بن دینار کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں: قال ابن عیینة: کان ثقة، ثبتا، کثیر الحدیث، صدوقا، عالما، وکان مفتی اهل مکة فی زمانه (تہذیب التہذیب، جلد۸، ص: ۲۹-۳۰)

(۵) ابن خلکان ان کے بارے میں لکھتے ہیں: کان اماماً ثبتاً حجة زاهداً ورعا مجمعاً علی صحة حدیثه وروایته وفیات الاعیان، جلد۲، ص: ۳۹۱-۳۹۳، رقم ترجمہ: ۲۶۷/ تہذیب التہذیب، جلد۴، ص: ۱۱۷-۱۲۱/ وفیات کے محقق نے آپ کے ترجمہ کے لئے درج ذیل کتب کے نام لکھے ہیں: تاریخ بغداد، جلد۹، ص: ۱۷۴/ تذکرۃ الحفاظ: ۲۶۲/ حلیۃ الاولیاء، جلد۲، ص: ۲۷۰/ صفۃ الصفوۃ، جلد۲، ص: ۱۳۰

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن بشر ابن الحکم (العبدی) (م: ۲۷۰ھ) ؎۱

ابو حامد احمد بن محمد بن یحیی بن بلال البزاز (م: ۳۳۰ھ) ؎۲

ابو طاہر محمد بن محمش (الزیادی) (۳۱۳/۹۲۵-۴۱۰ھ/۱۰۱۹ء) ؎۳

ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن (۳۸۸ھ-۴۷۰ء) ؎۴

ابو سعید اسماعیل بن ابو صالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری (۴۵۱/۱۰۵۹-۵۳۲ھ-۱۱۳۷) ؎۵

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی (۵۱۰-۵۹۷ھ) ؎۶

عبداللطیف بن عبدالمنعم بن الصیقل الحرانی الحنبلی (۵۸۷/۱۱۹۱-۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) ؎۷

---

(۱) ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے آپ کے لئے کہا: کان صدوقا ثقة (تہذیب التہذیب، جلد ۶، ص: ۱۴۵، رقم ترجمہ: ۲۹۴)

(۲) سیر اعلام النبلاء جلد ۱۵، ص: ۲۸۴

(۳) ایضاً جلد ۱۷، ص: ۲۷۶/ الانساب، جلد ۶، ص: ۳۶۰

(۴) عبدالغافر بن اسماعیل کہتے ہیں: ''ابو صالح مؤذن ایماندار عالم، قوی حافظہ محدث اور پاک باطن صوفی تھے۔'' تذکرۃ الحفاظ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ''جس رات آپ کا انتقال ہوا بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے اور فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے جزائے خیر دے آپ نے میرا حق خوب ادا کیا ہے اور میری سنت کی احسن طریق پر نشر و اشاعت کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، جلد ۳، ص: ۱۶۲-۱۶۵)

(۵) تذکرۃ الحفاظ، جلد ۴، ص: ۱۲۷۷

(۶) شذرات الذهب، جلد ۴، ص: ۲۹۴/ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۴، ص: ۱۳۴۲

(۷) تذکرۃ الحفاظ، جلد ۴، ص: ۱۴۹۱

Marfat.com

ابوالفتح محمد بن ابراهیم الکبروی المیدومی (۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء-۷۵۴ھ/۱۳۵۳ء) ا

برہان الدین ابومحمد ابراهیم بن موسیٰ بن ایوب الابناسی (۷۶۵ھ/۱۳۲۵ء-۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء) ۲

محمد بن فهد الهاشمی العلوی (۷۸۷ھ/۱۳۸۵ء-۸۷۱ھ/۱۴۶۶ء) ۳

عزالدین عبدالعزیز ابن فہد (۸۵۰ھ/۱۴۶۴ء-۹۲۱ھ/۱۵۱۴ء) ۴

جاراللہ ابن فہد (۸۹۱ھ-۹۵۴ھ) ۵

عبدالقادر بن عبدالعزیز ابن فہد

شیخ معظم عبدالرحمٰن ابن فہد (م:۹۹۵ھ) ۶

قاضی بہلول بدخشی (م:۱۰۰۷ھ)

شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء-۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء)

---

(۱) الدرر الکامنۃ، جلد۴، ص:۴۷۲/فہرس الفہارس، جلد۲، ص:۶۷/الوفیات، جلد۲، ص:۱۶۱

(۲) ابن العماد الحنبلی لکھتے ہیں: "وله مصنفات فی الحدیث و الفقه و الاصول و العربیه" شذرات الذهب، جلد۷، ص:۲-۳/معجم المؤلفین جلد اول، ص:۱۱۷

(۳) معجم المؤلفین، جلد۱۱، ص:۲۹۱

(۴) شذرات الذهب، جلد۸، ص:۱۰۰-۱۰۱

(۵) جاراللہ بن عبدالعزیز کے بارے میں عمر رضا کحالہ نے لکھا ہے: "محدث، حافظ، مؤرخ، توفی بمکة، من آثاره التحفة اللطیفة فی بناء المسجد الحرام و الکعبة الشریفة، و معجم ذکر فیه اسماء شیوخه و الشعراء الذین سمع فهم الشعر۔" معجم المؤلفین، جلد۳، ص:۱۰۷/الضوء اللامع، جلد۳، ص:۵۲

(۶) شیخ معظم عبدالرحمٰن بن فہد کے بارے میں مقامات معصومی میں ہے: اود آبای اواز کبار محدثین بلاد عرب بود (جلد۲، ص:۳۱) ہاشم کشمی لکھتے ہیں: وخانہ ایشاں اباعن جد بیت الحدیث بود (زبدۃ المقامات، قلمی:۲۰۰)/فہرس الفہارس والاثبات، جلد۲، ص:۷۷۴/الیانع الجنی، ص:۹۱ میں ہے "اجلۃ المحدثین فی زمانہ"

Marfat.com

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک [1]

(1)

امام محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ)[2]

حماد بن شاکر النسوی (م:۲۹۰) [3]

احمد بن محمد بن رمیح النسوی (م:۳۵۷ھ) [4]

الحاکم ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) [5]

ابی بکر احمد بن علی بن خلف

ابی الفضل بن ناصر الحافظ

الحسن بن السید العلوی

ابی الربیع بن ابی طاہر بن قدامہ

احمد بن ابی بکر بن عبدالحمید

حافظ احمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ/۱۳۷۲ء-۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) [6]

احمد بن محمد بن علی ابن حجر مکی الہیثمی (۹۰۹ھ/۱۵۰۴ء-۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء) [7]

شیخ یعقوب صرفی

شیخ احمد سرہندی

---

(۱) الدر المنظوم، ص: ۴۷-۴۸

(۲) الحطۃ فی ذکر صحاح السنۃ، ص: ۱۶۸-۱۹۷

(۳) فتح الباری، جلد اول، ص: ۵

(۴) تذکرۃ الحفاظ، جلد ۳، ص: ۹۳۰-۹۳۱

(۵) تذکرۃ الحفاظ، جلد ۳، ص: ۲۴۶-۲۴۸/ تذکرۃ المحدثین، جلد ۲، ص: ۱۱۶-۱۸۹

(۶) المنھل الصافی، جلد اول، ص: ۶۴

(۷) شذرات الذھب، جلد ۸، ص: ۳۷۰-۳۷۲

Marfat.com

(۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری

ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر الفربری

ابوالھیثم محمد بن مکی الکشمیھنی (م:۳۸۹ھ-۹۹۹ء) ۱؎

کریمہ بنت احمد المروزی (۳۶۵ھ/۹۷۵ء-۴۶۳ھ/۱۰۷۰ء) ۲؎

ابوعبداللہ محمد بن برکات النحوی السعدی

ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن علی بن سعود البوصیری (۵۰۶ھ/۱۱۱۲-۵۹۸ھ/۱۲۰۱ء) ۳؎

حافظ رشید الدین ابوالحسین یحیی بن علی العطار (۵۸۴ھ/۱۱۵۳-۶۶۲ھ/۱۲۲۴ء) ۴؎

معین احمد بن علی بن یوسف الدمشقی، اسماعیل بن عبدالقوی، عثمان بن عبدالرحمان بن رشیق

ابوعلی عبدالرحیم بن عبداللہ الانصاری

ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی (۷۲۵ھ/۱۳۲۰ء-۸۰۶ھ-۱۴۰۴ء) ۵؎

حافظ ابن حجر العسقلانی

شیخ الاسلام زکریا انصاری (م:۹۲۸ھ)

احمد بن محمد بن علی ابن حجر مکی الہیثمی (۹۰۹ھ/۱۵۰۴ء-۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء)

شیخ یعقوب صرفی

امام احمد سرہندی

(۱) معجم المؤلفین، جلد۱۲، ص:۴۹/ شذرات الذھب، جلد۳، ص:۳۸۹ھ/ کشمیھن مرو میں ایک قریہ ہے۔

(۲) الاعلام، جلد۵، ص:۲۲۵

(۳) الاعلام، جلد۸، ص:۷۵

(۴) معجم المؤلفین، جلد۱۳، ص:۲۱۳

(۵) معجم المؤلفین، جلد۵، ص:۲۰۴/ الاعلام، جلد۳، ص:۳۴۴

Marfat.com

(۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری

ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر الفربری (م: ۳۲۰ھ)

ابی محمد عبداللہ بن احمد السرخی (م: ۳۸۱ھ)

ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد المظفر الداودی

ابی الوقت عبدالادل بن عیسیٰ بن شعیب الهروی (۴۵۸-۵۵۳ھ) [1]

الشریف یونس بن یحییٰ الہاشمی

ابی یعقوب بن ابی الطبری المکی

رضی الدین ابراهیم بن محمد الطبری

شفیق الدین بن خلف المطری المدنی

الزین بن ابی بکر المراعی

ابی الفتح محمد بن ابی بکر بن الحسین بن عثمان المراعی المدنی

محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (۸۳۱ھ/۱۴۲۷ء-۹۰۷ھ/۱۴۹۷ء) [2]

جاراللہ بن عبدالعزیز ابن فهد

شیخ قاضی بہلول بدخشانی

شیخ احمد سرہندی

رحمة الله عليهم اجمعين وافاض علينا من بركاتهم واسرارهم و انوارهم وفيوضاتهم.

---

(۱) وفیات الاعینا جلد ۳، ص: ۲۲۶، ۲۲۷

(۲) معجم المؤلفین، جلد ۱۰، ص: ۱۵۰/ شذرات الذهب، جلد ۸، ص: ۱۵-۱۷

محدث سرہندرحمۃ اللہ علیہ کی سند علامہ السید شریف الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ تک[1]

(۱)

علامہ علی بن محمد بن علی المعروف السید شریف (۷۶۶ھ/۱۳۶۵ء-۸۱۶/۱۴۱۳ء)[2]
ملا علی سمرقندی
ملا نورالدین عبدالرحمٰن جامی (۸۱۷ھ-۸۹۸ء)
مولانا محمد العیانی
شیخ یعقوب الصرفی
شیخ احمد سرہندی

---

(۱) التمھید، ص:۱۹۴/ الدر المنظوم، ص:۱۱

(۲) معجم المؤلفین، جلد ۷، ص:۲۱۶

Marfat.com

(۲)

علامہ علی بن محمد بن علی المعروف السید شریف الجرجانی

نورالدین ابوالفتوح احمد بن عبداللہ السمر قندی

علاءالدین النهر والی

قطب الدین محمد بن احمد النهر والی المکی

شیخ احمد سرہندی[1]

-☆-

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تک[2]

امام جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء-۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء)[3]

شیخ جاراللہ ابن فہد

شیخ عبدالرحمٰن ابن فہد

شیخ بہلول بدخشی

شیخ احمد سرہندی

رحمة الله عليهم اجمعين وافاض علينا من بركاتهم واسرارهم و انوارهم وفيوضاتهم.

---

(۱) التمہید، ص: ۱۸۸-۱۸۹/ ۱۹۸

(۲) التمہید، ص: ۲۶۴

(۳) الضوء اللامع، جلد۴، ص: ۶۴۵/ الاعلام، جلد۳، ص: ۳۰۱-۳۰۲

Marfat.com

اسانیدِ مشکوٰۃ

(۱)

ناصرالسنۃ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی (م:۷۳۷ھ) ۱؎

علی بن مبارک شاہ الصدیقی الساوجی عرف خواجہ (۷۰۹ھ-۷۶۶ھ) ۲؎

جلال الدین حسین

مجد بن محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (۷۲۹/۱۳۲۹-۸۱۷ھ/۱۴۱۵ء)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳/۱۳۶۲-۸۵۲/۱۴۴۹

شیخ عزالدین

جاراللہ ابن فہد

عبدالقادر بن عبدالعزیز ابن فہد

عبدالرحمٰن ابن فہد

قاضی بہلول بدخشی

حضرت شیخ احمد سرہندی

(۲)

ناصرالسنۃ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی

علی بن مبارک شاہ الصدیقی الساوجی عرف خواجہ

شمس الدین محمد المقدسی (م:۷۹۷ھ/۱۳۹۵)

مجد بن محمد بن یعقوب الفیروزآبادی

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی

---

(۱) معجم المؤلفین، جلد۱۰، ص:۲۱۱

(۲) الدرر الکامنہ، جلد۳، ص:۱۷۰

Marfat.com

شیخ عزالدین

جاراللہ ابن فہد

عبدالقادر بن عبدالعزیز ابن فہد

عبدالرحمٰن ابن فہد

قاضی بہلول بدخشی

حضرت شیخ احمد سرہندی

(۳)

ناصر السنۃ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی

علی بن مبارک شاہ الصدیقی

شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم البحرہی [1]

شیخ تقی الدین

شیخ عزالدین

جاراللہ ابن فہد

عبدالقادر بن عبدالعزیز

عبدالرحمٰن ابن فہد

قاضی بہلول بدخشی

امام ربانی شیخ احمد سرہندی [2]

---

(۱) زبدۃ المقامات (اردو ترجمہ) میں الحرمی ہے۔ مگر حضرت قبلہ آغا عمر مجددی دامت برکاتہم العالیہ نے قلمی نسخہ کا عکس عنایت فرمایا ان میں البحر ہی ہے (ص:۲۰۲) اسی طرح عجالۂ نافعہ میں ہے۔ (ص:۲۹) ان کے ترجمہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الضوء اللامع، جلد۴، ص:۱۸۰-۱۸۲۔

(۲) مشکوٰۃ کی ان اسانید کے لئے ملاحظہ فرمائیں زبدۃ المقامات ص:۱۸۹-۱۹۰

کتب احادیث جن کی اجازت حاصل کی

آپ کے تذکرہ نگاروں نے علوم حدیث سے متعلقہ کتب کے نام لکھے ہیں جو آپ نے اپنے اساتذہ سے پڑھیں اور اجازت حاصل کی۔ چند کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) صحیح بخاری:

امام محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) کی مرتب کردہ صحیح احادیث کا یہ مجموعہ، جسے علمائے امت نے قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب قرار دیا ہے۔ کتاب کا پورا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم سننہ و ایامہ" ہے۔ مع مکررات ۷۵۶۳ احادیث پر مشتمل اس کتاب عظیم کی اجازت آپ نے حضرت شیخ بہلول بدخشی سے حاصل کی۔[1]

(۲) الادب المفرد:

اخلاقیات وآداب سے متعلقہ احادیث پر مشتمل اس کتاب کی اجازت بھی شیخ مذکور سے حاصل کی۔ ۶۴۴ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں ۱۳۲۲ احادیث شامل ہیں۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح:

ولی الدین خطیب تبریزی (م:۷۳۷ھ) کی مرتب کردہ یہ کتاب ہمیشہ قابل اعتماد ومعتبر سمجھی گئی ہے۔ ابتداء میں تو اسی کتاب کا حوالہ مستند سمجھا جاتا تھا۔ اس کتاب کی ترتیب میں امام بغوی (۴۳۶ھ-۵۱۹ھ) کی مصابیح السنۃ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ تیسری فصل کا اضافہ امام تبریزی نے کیا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی سند مشکوٰۃ نہایت عالی ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری سے متعلقہ معلومات کے لئے تذکرۃ المحدثین از غلام رسول سعیدی، ص:۱۸۰-۲۰۸ ملاحظہ فرمائیں

مؤلف مشکوۃ المصابیح [1] تک آپ کی تین اسناد ہیں جن کا ذکر زبدۃ المقامات میں کیا گیا ہے۔[2]
اور پچھلے صفحات میں ان کو نقل کر دیا ہے۔

(۴) شمائل الترمذی

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (۲۰۹-۲۷۹ھ) کی شمائل نبوی پر معروف کتاب جس کا نام الشمائل المحمدیۃ ہے۔ یہ ۵۵ ابواب اور ۳۹۷ احادیث پر مشتمل ہے۔

(۵) الجامع الصغیر

عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی کتاب ''جمع الجوامع'' کا خلاصہ ہے اور مفید اضافہ جات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا پورا نام "الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر'' ہے۔ اس کتاب کی مرویات تعداد میں ۱۰۰۳۱ ہیں۔ اس کتاب کی روایت واجازت بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔ تذکرۃ المحدثین از ضیاء الدین اصلاحی، ص: ۴۰۳-۴۱۴

(۲) زبدۃ المقامات، ص:

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ کے علم حدیث میں اساتذہ

آپ نے علم حدیث قاضی بہلول بدخشانی اور شیخ یعقوب صرفی کشمیری سے پڑھا۔ کتب احادیث کی اجازت آپ نے قاضی بہلول بدخشانی ہی سے حاصل کی مگر ان کے احوال حیات کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔ البتہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے احوال پر لکھی گئی کتابوں سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ شیخ مذکور حضرت مجدد کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔ میر صفر احمد معصومی نے قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں ''یکے از مخلصان و مریدان آنحضرت'' [1] آپ کے مختصر احوال محمد اسحاق بھٹی نے یوں نقل کئے ہیں: ''شیخ بہلول دہلوی دراصل شکارپور کے رہنے والے تھے، وہاں سے دہلی آئے اور مفتی جمال الدین دہلوی سے اخذِ علم کیا۔ پھر گجرات گئے، وہاں کے مشہور اساتذہ شیخ عبداللہ بن سعد اللہ اور شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سے علمِ حدیث کی تحصیل کی اور طویل عرصہ ان کی صحبت میں رہے۔ گجرات سے پھر عازمِ دہلی ہوئے اور شیخ قمیص بن ابوالحیات سادھوروی سے کسبِ فیض کیا اور بعد ازاں درس افادہ کا سلسلہ شروع کیا۔ عالمِ کبیر، محدثِ وقت اور مشہور فقیہ تھے۔ تفسیر اور حدیث پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ زہد و تعبد اور صلاحِ عمل میں ضرب المثل تھے۔ منتخب التواریخ میں ملا عبدالقادر بدایونی نے ان کے علم و فضل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علم حدیث میں بہت اشتغال اور مہارت رکھتے تھے، درس و افادہ میں مصروف رہتے تھے، ذوق معرفت و طریقت میں بے مثل تھے اور دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز تھے چوں کہ مستقل طور پر دہلی کو اپنا مسکن قرار دے لیا تھا لہٰذا دہلوی مشہور ہوئے۔ اس عالمِ دین اور گیارھویں صدی ہجری کے ہندی فقیہ نے ۱۴ رجب ۱۰۰۷ھ کو دہلی میں وفات پائی۔'' [2]

---

(۱) جلد ۳، ص: ۳۱، مرتب اقبال احمد مجددی مزید زبدۃ المقامات ص: ۱۹۲، عمدۃ المقامات ص: ۱۳۰

(۲) تاریخ فقہائے ہند جلد ۴، ص: ۱۳۱

Marfat.com

علم حدیث میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے استاد شیخ یعقوب کشمیری ہیں۔

شیخ یعقوب صرفی کشمیری برصغیر کے معروف ادیب، صوفی اور فارسی کے شاعر ہیں۔ ۹۲۸ھ/۱۵۲۲ء میں سرینگر میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حسن گنائی عاصمی ہے۔ آپ کا خاندان علم وفضل میں معروف تھا اس لئے لفظ گنائی (عالم) آپ کے خاندان کی شناخت بن گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عاصم سے آپ کا شجرہ نسب ملتا ہے۔ اس حوالہ سے آپ کا خاندان عاصمی مشہور تھا۔

شیخ یعقوب کشمیری کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح استاد نے آپ کو ''جامی ثانی'' کے لقب سے نوازا۔

سات سال کے تھے کہ قرآن حکیم حفظ کرلیا اور اسی زمانہ میں آپ شعر بھی کہتے۔ آپ کے والد گرامی قدر ان کی اصلاح فرماتے۔

صرف، نحو اور علوم فقہ، رضی الدین کشمیری (م ۹۶۴ھ) سے جبکہ منطق، حکمت اور معانی جیسے علوم میں ملا بصیر خندۂ بھولی سے استفادہ کیا۔ فن شاعری آپ نے شیخ محمد آنی ختلانی سے سیکھا جو عبدالرحمان جامی کے شاگرد تھے۔ یہی وہ استاد ہیں جن کے ایماء پر آپ کا تخلص صرفی ہوا اور انہوں نے ہی آپ کو ''جامی ثانی'' کا خطاب دیا۔

یعقوب خاں چک (۹۹۲-۹۹۵ھ) جو کشمیر کا حاکم اور متعصب شیعہ تھا۔ وہ مذہب شیعہ کی ترویج واشاعت میں بڑا سرگرم تھا۔ اہل سنت کے آزار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ جس سے کشمیر آفات وحوادث کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ آپ کشمیر کے بزرگ افراد کے ہمراہ جلال الدین اکبر سے ملے اور کشمیر کے واقعات سے آگاہ کیا۔ اس دعوت پر اکبر نے کشمیر پر حملہ کر کے ۹۹۵ھ/۱۵۸۶ء میں اس علاقہ کو اپنی سلطنت کا حصہ بنالیا۔ یقیناً اس کے بعد شیخ کے مغلیہ دربار سے روابط قائم ہو گئے ہوں گے۔

Marfat.com

سفر سمرقند میں آپ شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور مقامات روحانی طے کیے خود فرماتے ہیں:

تعجب مکن گرمرا نیز پیر
دراندک زمان ساخت روشن ضمیر
چہ روشن ضمیری کہ روی زمین
شداز پرتوم روشنای گزین

آپ کا اس سلسلہ میں شجرہ طریقت درج ذیل ہے:

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)، امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ)، حضرت حسن بصری، حضرت خواجہ حبیب اعجمی، حضرت شیخ داؤد طائی، حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ سری سقطی، حضرت شیخ جنید بغدادی، حضرت ابوعلی رودباری، شیخ ابوعلی کاتب مصری، شیخ ابوعثمان مغربی، شیخ ابوالقاسم گرگانی، شیخ ابوبکر نساج، شیخ احمد غزالی، شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر، سہروردی الکبروی، شیخ عمار یاسر، شیخ ابوالجناب احمد بن عمر الخیوفی المشتہر بہ ولی تراش، شیخ نجم الدین، شیخ رضی الدین علی ابن لالہ غزنوی، شیخ جمال الدین احمد ذاکر جورفانی، شیخ عبدالرحمٰن اسفرائینی، شیخ ابوالمکارم شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی، شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المزدقانی، حضرت امیر کبیر سید علی ابن شہاب الدین الھمدانی، حضرت خواجہ اسحٰق ختلانی، امیر عبداللہ برزش آبادی، شیخ رشید الدین بیداوازی، شیخ حاجی محمد جوشانی، شیخ کمال الدین حسین خوارزمی۔ شیخ یعقوب صرفی۔

اپنے سفر حرمین میں شیخ نے وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ ان میں علامہ ابن حجر مکی، مولانا شیخ عبدالعزیز، شیخ حسن مکی، شیخ فتح اللہ مدنی شامل ہیں۔ اس سفر میں آپ نے کابل، بدخشاں، بلخ کے اہل علم سے بھی ملاقاتیں کیں۔ امیر کبیر سید میر علی ہمدانی کے مزار پر تین ماہ معتکف رہے۔ یہ اشعار اسی دور کی یادگار ہیں۔

Marfat.com

مشرف شدہ ایں فقیر حقیر
بطواف مزار امیر کبیر

آپ کی وفات ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار سرینگر میں زینہ کدل کے علاقہ میں ہے۔ یہ محلہ، محلہ ایشاں کے نام سے معروف ہے۔

مختلف لوگوں نے تاریخ ہائے وصال کہیں چند درج ذیل ہیں۔

(۱) بہر تاریخ نقل رہبر دین، اول و آخر چراغ ببین (۱۰۰۳)

(۲) فخر الانام (۳) شیخ امم بود (۴) شیخ الباطن

تصانیف:

مختلف تذکروں میں آپ کی درج ذیل تصانیف کے نام ملتے ہیں:

(۱)۔مطلب الطالبین (عربی میں آخری دو پاروں کی تفسیر)

(۲)۔شرح بخاری

(۳)۔شرح ثلاثیات بخاری

(۴)۔مناسک الحج

(۵)۔حاشیہ توضیح وتلویح

(۶)۔اربعین (اہل بیت اور خلفائے راشدین کے فضائل میں چالیس احادیث)

(۷)۔کنز الجواہر (فن تعمیہ)

(۸)۔ید بیضاء

۔تقریظ (یہ سواطع الالہام پر عربی میں لکھی گئی ہے۔تذکروں میں اس کو بے نقط تفسیر لکھا ہے مگر یہ بے نقط نہیں)

(۹)۔روائح (جواب لوائح جامی)

(۱۰)۔مغازی النبی (بجواب سکندر نامہ نظامی، خرد نامہ اسکندری جامی، و

Marfat.com

ہفت پیکر خسرو، اشعار ۳۴۳۸، سالِ تصنیف ۱۰۰۰ھ

(۱۱)- مسلک الاخیار (بجواب مخزن الاسرار نظامی، تحفۃ الاحرار جامی و مطلع الانوار خسرو، تعداد اشعار ۴۰۵۳ اور ۹۹۳ھ میں لکھی گئی)

(۱۲)- وامق وعذرا (بجواب شیریں وخسرو نظامی، یوسف زلیخا جامی(۱) اشعار کی تعداد ۳۶۰۴ ہے جبکہ سال تصنیف ۹۹۳ھ)

(۱۳)- لیلیٰ ومجنون (اشعار کی تعداد ۲۶۰۴ ہے جبکہ ۹۹۸ء کی تصنیف ہے)

(۱۴)- مقامات مرشد (ضرورت مرشد اور مسائل تصوف پر مشتمل ۳۵۰۰ اشعار۔ سن تالیف ۱۰۰۰ھ ہے)

(۱۵)- قصائد (حضرت امیر کبیر سید علی ھمدانی، کمال الدین حسین خوارزمی اور دیگر اولیاء کی شان میں ۵۰۰ قصائد کا مجموعہ ہے)

(۱۶)- دیوان (۸۵۰ غزلیات پر مشتمل دیوان)

(۱۷)- انوار الاذکار (یہ نظم اور نثر دونوں میں ہے)

(۱۸)- تحفۃ الشعراء (علم عروض اور کافیہ پر کتاب ہے)

(۱۹)- شرح رباعیات کشمیری (اپنی ہی رباعیات کی شرح کی)

خواجہ ہاشم کشمی حضرت شیخ یعقوب صرفی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین استاد وتلمیذ کے رشتہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''اور بعض کتب احادیث شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ کے پاس پڑھیں اور یہ شیخ یعقوب شیخ معظم وقطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کبروی قدس سرہما کے بزرگ خلفاء میں سے تھے۔ اور حرمین محترمین (زادہما اللہ شرفا) میں اس جگہ کے کبار محدثین کے حضور حدیث کی تصحیح کی تھی۔''

---

(۱) ڈاکٹر ظہور الدین کے بقول ''اکبر کے عہد میں یعقوب صرفی نے ایک کم معروف عشقیہ داستان وامق عذرا کا احیاء کیا''۔

Marfat.com

حضرات القدس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ طالب علمی سیالکوٹ میں گذرا۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کبرویہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ ڈاکٹر شیخ محمد اکرم نے رودِ کوثر میں حضرت مجدد پر آپ کے استادِ گرامی کے فکری اثرات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔[1]

امام سخاوی تک حضرت شیخ سرہندی کی ایک سند ملا کمال الدین کاشمیری کے واسطہ سے الدر المنظوم میں نقل کی گئی ہے۔[2] اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے درس حدیث اخوند کمال الدین سے بھی لیا۔

آپ خواجہ عبد الشہید احراری نقشبندی کے ارادت یافتہ تھے۔ علاوہ ازیں بابا فتح اللہ حقانی کے مرید و داماد تھے۔ انہی دو بزرگوں کے فیض صحبت اور توجہ ظاہری و باطنی سے "علامہ مشرقین" اور "معلم ثقلین" مشہور تھے۔ ۱۰۱۷ھ میں آپ نے لاہور میں وفات پائی۔[3]

التمہید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ الشیخ قطب الدین (م: ۹۹۰ھ)[4] بھی آپ کے استاذ ہیں۔[5]

---

(۱) احوال حیات اور علمی و دینی خدمات کی تفصیلات کا مآخذ درج ذیل کتب ہیں:

دانش نامہ ادب فارسی، رودِ کوثر، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ۔

تذکرہ شعرای کشمیر، کشمیر ادب و ثقافت، طبقات اکبری،

سواطع الالہام، دانش، نزہۃ الخواطر، حضرات القدس، زبدۃ المقامات، عمدۃ المقامات

(۲) الدر المنظوم، ص: ۱۱

(۳) فوق محمد الدین، تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ، طبع: ۱۹۲۴، ص: ۸۰

(۴) نزهة الخواطر جلد ۴، ص: ۲۷۱

(۵) التمهيد ص: ۱۸۸، ۱۸۹.

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے محدثین پر اثرات

فلسفہ زدہ ماحول اور صرف فقہ کے ارد گرد گھومنے والے علماء کے زمانہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی حجیت واہمیت کا شعور اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے بقول "شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے علم دین کے معنی فقہ رہ گئے تھے لیکن شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے اس کا رخ کتاب وسنت کی طرف پھر گیا۔ اور حدیث کا چرچا شروع ہوا۔"[1]

آپ کے لخت جگر حضرت خواجہ محمد سعید (۱۰۰۵-۱۰۷۱ھ) نے مشکوۃ المصابیح پر حاشیہ لکھا اور اس میں ان احادیث کی صحت پر خصوصی محنت کی جو فقہ حنفی کا ماخذ ہے۔[2]

خواجہ محمد معصوم (۱۰۰۷-۱۰۷۹ھ) نے جامع الاصول، مشکوٰۃ، حصن حصین، الترغیب والترہیب اور جمع الجوامع سے مسنون اذکار کا انتخاب کیا۔[3]

آپ کا ایک اور رسالہ بھی اذکار مسنونہ پر مشتمل ہے۔[4]

عالمگیر بادشاہ نے صحیح بخاری خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۸-۱۱۲۱) سے پڑھی۔[5]

خواجہ محمد اعظم (م: ۱۱۱۴) ابن خواجہ سیف الدین نے فیض الباری کے نام سے بخاری کی شرح لکھی۔[6]

---

(۱) برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر، حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۴ء، ص: ۴۳

(۲) زبدۃ المقامات، ص: ۲۱۶

(۳) مکتوبات معصومیہ، دفتر اول، مکتوب ۱۴، ۱۸۲

(۴) مقامات معصومی، جلد اول، ص: ۲۷۵۸

(۵) مقامات معصومی جلد دوم، ص: ۵۳۱

(۶) مقامات معصومی، جلد: ۳، ص: ۳۴۷/ جلد ۴، ص: ۲۳۸/ نزہۃ الخواطر، جلد: ۶، ص: ۲۸۴

برصغیر میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ) نے حدیث کی جو خدمت کی وہ بھی مجددی فیوضات و برکات کا نتیجہ ہے۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث میں آپ کے استاذِ حدیث علامہ محمد افضل سیالکوٹی[2] کا نام بھی آتا ہے۔ استاذ مذکور نے حدیث کی اجازت حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ شیخ عبدالاحد حضرت مجدد کے پوتے ہیں۔ اس سند کا ذکر خود شاہ ولی اللہ نے ان الفاظ میں کیا: "واجازلی المشکوۃ المصابیح والصحیح البخاری وغیرہ من الصحاح الستة الثقة الثبت حاجی محمد افضل عن الشیخ عبدالاحد عن ابیه الشیخ محمد سعید عن جده شیخ الطریقة الشیخ احمد السهرندی بسنده الطویل."

مشکوٰۃ المصابیح، صحیح بخاری اور باقی صحاح ستہ کی اجازت مجھے معتمد اور ثقہ عالم حاجی محمد افضل سے ملی۔ انہیں یہ اجازت شیخ عبدالاحد سے انہیں اپنے والد شیخ محمد سعید سے اور انہیں اپنے جد امجد شیخ سلسلہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔[3]

اس سند سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے معارف حدیث پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا فیضان بھی ہے۔ پھر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان حدیث برصغیر ہی میں نہیں عرب دنیا میں بھی پھیلا۔

---

(۱) علم حدیث میں آپ کی خدمات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث از ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی

(۲) محمد افضل سیالکوٹی (م:۱۱۴۶) حضرت مظہر جان جاناں کے بھی استاد ہیں۔ احوال حیات کے لئے ملاحظہ فرمائیں، نزہۃ الخواطر، جلد:۶ ص:۲۸۱/ مقامات مظہری، ص:۲۴۴-۲۴۶

(۳) القول الجمیل، ص:۱۲۶/ الیانع الجنی، ص:۱۱۶

Marfat.com

اس خاندان کے اکثر بزرگ مجددی سلسلہ میں بیعت تھے۔ سلسلہ مجددیہ کے کئی بزرگوں نے سند حدیث اس خاندان سے لی۔ شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۹۶-۱۸۷۸ھ) نے حرمین شریفین میں خدمت حدیث کا فریضہ انجام دیا اور ''انجاح الحاجۃ'' کے نام سے سنن ابن ماجہ کا حاشیہ تحریر فرمایا۔[1]

اس مختصر بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اثر ''صوفی محدثین'' کی جماعت تیار ہوگئی جس نے حدیث نبوی کی خدمت علماء وارباب عرفان کے طرز پر کی۔ یہی وہ اثر ہے جو مابعد کے محدثین پر حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر سے رونما ہوا۔ (اگلے صفحہ پر چارٹ بھی ملاحظہ فرمائیں)

---

(۱) تفصیلات کے لئے حضرت ابوالحسن زید فاروقی کی کتاب ''مقامات خیر'' ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

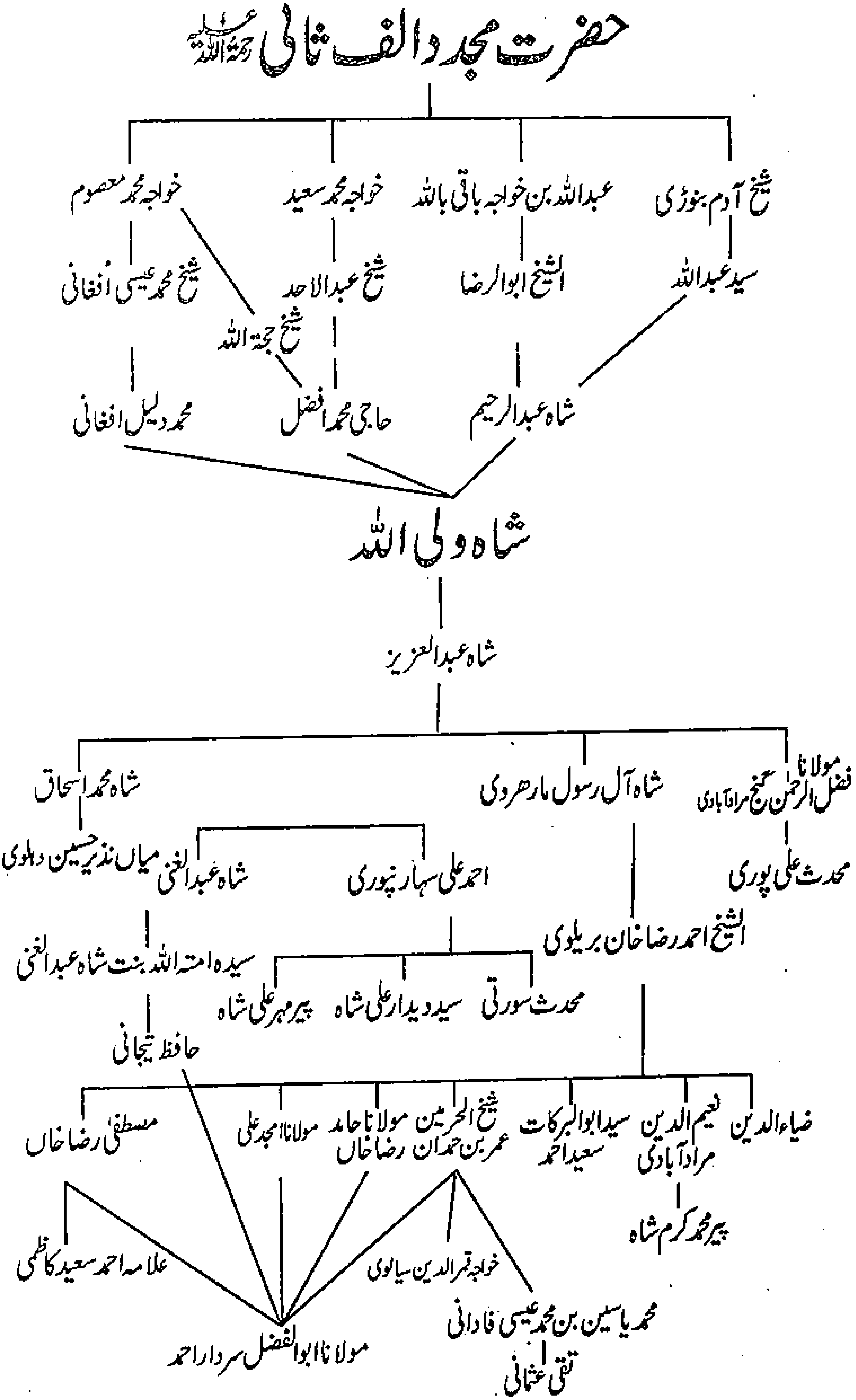
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ آدم بنوڑی
عبداللہ بن خواجہ باقی باللہ
خواجہ محمد سعید
خواجہ محمد معصوم
سید عبداللہ
الشیخ ابوالرضا
شیخ عبدالاحد
شیخ محمد عیسیٰ افغانی
شیخ حجۃ اللہ
شاہ عبدالرحیم
حاجی محمد افضل
محمد دلیل افغانی
شاہ ولی اللہ
شاہ عبدالعزیز
مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی
شاہ آل رسول مارہروی
شاہ محمد اسحاق
محدث علی پوری
احمد علی سہارنپوری
شاہ عبدالغنی
میاں نذیر حسین دہلوی
الشیخ احمد رضا خان بریلوی
محدث سورتی
سید دیدار علی شاہ
پیر مہر علی شاہ
سیدہ امۃ اللہ بنت شاہ عبدالغنی
حافظ تیجانی
ضیاء الدین
نعیم الدین مرادآبادی
سید ابوالبرکات سید احمد
شیخ الحرمین عمر بن حمدان
مولانا حامد رضا خاں
مولانا امجد علی
مصطفیٰ رضا خاں
پیر محمد کرم شاہ
خواجہ قمر الدین سیالوی
علامہ احمد سعید کاظمی
محمد یاسین بن محمد عیسیٰ فادانی
تقی عثمانی
مولانا ابوالفضل سردار احمد

Marfat.com

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ

سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ

Marfat.com

حضرت مجددؒ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اور

معارفِ حدیث

باب دوم

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

Marfat.com

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات اور دیگر رسائل میں بعض احادیث کی مختصر مگر نہایت جامع اور نفیس شرح تحریر کی ہے۔اس شرح کا اسلوب عالمانہ ہے۔محدثین کے اسلوب پر احادیث کی تشریح میں دیگر احادیث نقل کرتے ہوئے نہایت تحقیقی نکات بیان کرتے ہیں۔ صوفیہ کے معمولات کے حوالہ سے بعض وضاحتیں صوفیانہ اسلوب پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ بہرصورت یہ آپ کی بیان کردہ شرح علم حدیث کی نہایت اعلیٰ خدمت ہے۔آئندہ صفحات میں چالیس کے قریب احادیث کی شرح نقل کی جاتی ہے۔آیات قرآنی، احادیث اور بعض اقوال کی تخریج کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

Marfat.com

أَنا عِنۡدَ ظَنِّ عَبۡدِی بِیۡ۔[1]

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔

پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے، اور جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام بغیر وسیلے کے مہیا کر دیتا ہے۔ یہ حدیث اس مطلب پر دلیل ہے۔[2]

(۱)صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم الحدیث:۷۴۰۵/
صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم الحدیث:۲۶۷۵

(۲)دفتر اول، مکتوب:۲۱۶

Marfat.com

۲

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔[۱]

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

حق تعالیٰ شکل وصورت سے منزہ اور بلند ہے۔ پس حق تعالیٰ سبحانہٗ کا آدم کو اپنی صورت پر پیدا کرنا اس معنی میں ہوسکتا ہے کہ اگر عالم مثال میں مرتبۂ تنزیہ کے لئے کوئی صورت فرض کی جائے تو وہ یہی "صورتِ جامع" ہوگی جس صورت جامع پر انسان موجود ہوا ہے۔ دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں ہے کہ اس مرتبہ مقدسہ کی تمثال ہوسکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے کیونکہ وہ (خلیفہ) جب تک کسی شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اُس شے کی خلافت کے لائق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ شے کا خلیفہ ہی اس شے کا قائم مقام اور نائب ہوتا ہے۔ اور جب انسان حق تعالیٰ کا خلیفہ ہوا تو لازمی طور پر امانت کا بار اٹھانے کے لئے متعین ہوگیا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ. (بادشاہ کے عطیات کو اسی کے باربردار اُٹھا سکتے ہیں)۔ آسمان، زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے پائیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی صورت پر پیدا ہوں اور اُس سبحانہٗ تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوں اور اس کی امانت کا بوجھ اٹھا سکیں۔[۲]

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، رقم الحدیث: ۶۲۲۷

صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث: ۲۶۱۲

(۲) دفتر دوم، مکتوب: ۴۷ مزید دفتر اول، مکتوب: ۹۵

Marfat.com

۳

اِنَّ اللّٰہَ رَفِیقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَاسِوَاہُ.[۱]

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ رفیق ہے (اپنے بندوں پر لطف ونرمی کرنے والا ہے) اور نرمی کرنے پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو نہ سختی پر عطا فرماتا ہے نہ ہی کسی اور چیز پر۔

اس حدیث مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل احادیث نقل فرمائی ہیں۔

(۱) مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عَلَیْکِ بِالرِّفْقِ وَاِیَّاکِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ.[۲] (یعنی اپنے اوپر نرمی کو لازم کر اور اپنے آپ کو درشت خوئی اور بیجا گفتگو سے دور رکھ کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے)

(۲) اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ یُحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ.[۳] (یعنی جو شخص لطف ونرمی سے (اچھی عادتوں سے) محروم ہے وہ ہر نیکی سے محروم کر دیا جاتا ہے)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث: ۲۵۹۳/سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۸۰۷

(۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، رقم الحدیث: ۲۵۹۴

(۳) ایضاً، رقم الحدیث: ۲۵۹۲

(۳) اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقاً۔ ۱؎ (بے شک تم میں سب سے زیادہ محبوب (پسندیدہ) میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں)

(۴) اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ ۲؎ (جس کو لطف ونرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا وآخرت کا حصہ دیا گیا۔)

(۵) اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَ الْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ۔ ۳؎ حیاء ایمان سے ہے اور ایمان (والا) جنت میں ہے اور فحش کلامی وبیہودہ گوئی جفا وبدی سے ہے اور جفا (کرنے والا) دوزخ میں ہے۔

(۶) اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے بیہودہ گو کو دشمن رکھتا ہے) ۴؎

(۷) اَلا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ يَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ۔ ۵؎ (کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ کون دوزخ کی آگ پر حرام ہے اور کس شخص پر دوزخ کی آگ حرام ہے؟ (سنو!) عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ۔ (ہر انکساری کرنے والے، نرم خو، بامروت، مہربان پر حرام ہے۔)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، رقم الحدیث: ۳۷۵۹

(۲) مسند احمد، رقم الحدیث ۲۵۷۷۳

(۳) سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الحیاء، رقم الحدیث: ۲۰۰۹

(۴) ایضاً، باب ماجاء فی حسن الخلق، رقم الحدیث: ۲۰۰۲

(۵) ایضاً، کتاب صفة القیامة، رقم: ۲۴۸۸

Marfat.com

(۸) اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَوَاِنْ اسْتُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ (اھل ایمان انکساری کرنے والے، نرم طبع (نرمی کے موقع پر ناک میں نکیل (مہار) والے اونٹ کی طرح ہوتے ہیں اس (اونٹ) کو کھینچا جائے تو مطیع ہوکر چل پڑتا ہے اور اگر اس کو کسی پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔

(۹) مَنْ كَظَمَ غَيْظاً وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَآءَ ۔[۱] (جس نے غصہ کو ضبط کرلیا درحالیکہ وہ اس کے جاری کرنے (بدلہ لینے) پر قدرت رکھتا تھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو سب مخلوق کے سامنے بلائے گا یہاں تک کہ اس کو اختیار دیا جائے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کرلے)

(۱۰) اِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ لَاتَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَاراً قَالَ لَاتَغْضَبْ. [۲] (ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت (نصیحت) فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ اس نے اپنا سوال کئی مرتبہ دہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ہر دفعہ یہی جواب میں) فرمایا کہ غصہ مت کیا کر۔

(۱۱) اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ. [۳] (کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ (سنو!) ہر وہ شخص جو ضعیف ہے اور جس کو حقیر سمجھا جائے اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کردے، (وہ اہل جنت میں سے ہے)۔ (نیز فرمایا) کیا میں تم کو اہلِ دوزخ کی خبر نہ دوں؟ (سنو!) ہر وہ شخص جو سرکش، بدگو، جھگڑالو اور متکبر ہے (وہ اہل دوزخ سے ہے)۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب فی کظم الغیظ، رقم الحدیث: ۲۰۲۱

(۲) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، رقم الحدیث: ۶۱۱۶

(۳) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورة ن والقلم، رقم الحدیث: ۴۹۱۸

Marfat.com

(۱۲) اِذَاغَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ" فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ۔ ۱ (جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر اس وقت وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھ جائے پس (ایسا کرنے سے) اگر اس کا غصہ دُور ہو جائے (تو بہتر) ورنہ اسے چاہیے کہ پہلو پر لیٹ جائے)۔

(۱۳) اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصِّبْرُ الْعَسَلَ۔ ۲ (بے شک غصہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو)

(۱۴) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ" وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ" وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ" وَفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ" حَتّٰی لَھُوَاَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْخِنْزِیْرٍ۔ ۳ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے پس وہ (تواضع وانکساری کرنے والا) اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو حقیر و پست کر دیتا ہے پس وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے لیکن خود اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے حتی کہ وہ لوگوں کی نظروں میں کُتّے اور سُور سے بھی زیادہ حقیر و پست ہوتا ہے۔

---

(۱)سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، رقم الحدیث: ۴۷۸۲

(۲)شعب الایمان، رقم الحدیث: ۸۲۹۴

(۳)ایضاً، رقم الحدیث: ۸۱۴۰

Marfat.com

(۱۵) قَالَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ يَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ. ۱؎ (حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: اے رب! تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ عزیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص جو (بدلہ لینے پر) قادر ہونے کے باوجود معاف کردے)۔

(۱۶) اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ. ۲؎ (جس شخص نے اپنی زبان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھانپ لے گا اور جس شخص نے اپنے غصہ کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے اپنا عذاب روک لے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی کی اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا (اس کو معاف کردے گا)۔

(۱۷) اور نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَيْئٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. ۳؎ (جس شخص پر اپنے کسی (مسلمان) بھائی کا کوئی حق اس کی عزت و آبرو سے یا کسی اور چیز سے ہے (یعنی اس نے کسی کا کوئی مال یا کوئی اور حق بطورِ ظلم دبالیا ہو) تو اس کو چاہیے کہ آج (دنیا ہی میں) اس سے معاف کرالے اُس (قیامت کے) دن سے پہلے جبکہ اس کے پاس کوئی دینار و درہم نہ ہوگا، (اُس دن) اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس صاحب حق (مظلوم) کی برائیاں لے کر اس ظالم کے اوپر ڈال دی جائیں گی)۔

---

(۱) شعب الایمان، رقم الحدیث: ۸۳۲۷

(۲) شعب الایمان، رقم الحدیث: ۸۳۱۱

(۳) صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة، رقم الحدیث: ۲۴۴۹

Marfat.com

(۱۸) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَتَدْرُوْنَ مَاالْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِیْنَامَنْ لا دِرْهَمَ لَهٗ وَلا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّیَاْتِیْ قَدْشَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فُنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَاعَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔[۱] (یعنی کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم (مال) واسباب کچھ نہ ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے اور ساتھ ہی اس حال میں آئے کہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی کو تہمت لگائی ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے۔ پس اُن میں سے ہر شخص کو اس کی نیکیوں میں سے (بقدر حق) دیا جائیگا۔ پھر اگر لوگوں کے وہ حقوق جو اس پر ہیں ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حقداروں کی خطائیں (گناہ) لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۱۹) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت تحریر فرمائیں لیکن بہت نہ ہو (بلکہ مختصر ہو) پس انہوں نے لکھا: سلام" عَلَیْكُمْ اَمَّا بَعْد فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَی اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَی النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَی النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ۔[۲] (آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم للظلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۱

(۲) سنن الترمذی، کتاب الزهد، رقم الحدیث: ۲۴۱۴

جو شخص لوگوں کی ناراضی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی روگردانی اور تکلیف سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلہ میں لوگوں کی رضا مندی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور تجھ پر سلام ہو۔

یہ حدیثیں اگرچہ ترجمہ کے بغیر لکھی گئی ہیں لیکن شیخ جیو (غالباً شیخ جیو سے مراد شیخ زکریا ہیں) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان حدیثوں کے معانی سمجھ کر کوشش کریں کہ ان کے موافق عمل میسر ہو جائے۔ دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے، عقلِ دُور اندیش سے کام لینا چاہیے اور دنیا کی پھیکی تر و تازگی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے، اگر دنیا کی وجہ سے کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو دنیادار کافر سب سے زیادہ عزت والے ہوتے، دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بے وقوفی ہے۔ چند روزہ فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور حق تعالیٰ کی خوشنودیوں میں کوشش کرنا چاہیے اور مخلوقِ خدا پر احسان کرنا چاہیے۔ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ [1] "اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کرنا (یعنی اس کے مطابق عمل کرنا) اور مخلوقِ خدا پر شفقت کرنا" یہ دونوں آخرت کی نجات کے لئے اصل عظیم ہیں، مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے حقیقت امر کے مطابق ہے، یہ خوابِ خرگوش کب تک، آخر (اس کا انجام) رسوائی در رسوائی اور خواری در خواری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثاً وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ. [2] (کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث و بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے) [3]

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ از ملا علی قاری، جلد: ۱۱، ص: ۲۹۰

(۲) مؤمنون: ۱۱۵

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۹۸

۴

اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.[1]

بے شک اللہ تعالیٰ فاجر شخص کے ذریعے سے بھی اس دین کی مدد فرمائے گا۔

علماء کے لئے دنیا کی محبت اور اس میں رغبت کرنا ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن ان کا علم ان کے اپنے حق میں نفع بخش نہیں ہوتا، اگرچہ شریعت کی تائید اور ملت کی تقویت انہی کی وجہ سے قائم ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دین کی یہ تائید وتقویت فاجر وفاسق لوگوں سے بھی واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ سید الانبياء عليه وعليهم وعلىٰ آله الصلوٰات و التسليمات نے اس فاجر شخص کی دینی تائید کے بارے میں خبر دی ہے اور فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ. (البتہ اللہ تعالیٰ ضرور اس دین (یعنی اسلام) کی ایک فاجر آدمی کے ذریعہ سے بھی مدد فرمائے گا)۔

یہ (علماء سوء) پارس پتھر کی مانند ہیں کہ تانبے اور لوہے کی جو چیز بھی اس کے ساتھ رگڑ کھاتی ہے سونا ہو جاتی ہے اور وہ خود اپنی ذات میں پتھر ہی رہتا ہے اور اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ موجود ہے دنیا کو اس آگ سے بہت سے فائدے حاصل ہیں لیکن وہ پتھر اور بانس اپنے اندر کی موجود آگ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم اُن (علماء سوء) کی اپنی ذات میں مضر ہے کیونکہ اس علم نے حجت کو ان پر پورا کر دیا۔ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَّمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ.[2] (بیشک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے کچھ نفع نہیں دیا)۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب القدر، رقم الحدیث: ۶۶۰۶

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد ۵، ص: ۱۸۰۷

Marfat.com

وہ علم جو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے نزدیک معزز ہے اور موجودات میں اشرف ہے وہ ان کے لئے مضر کیوں نہ ہو جبکہ انہوں نے اس علم کو کمینی دنیا یعنی مال وجاہ وریاست کے حاصل کرنے کا وسیلہ بنالیا ہے حالانکہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل وخوار اور مخلوقات میں سب سے بدتر ہے۔ پس خدائے تعالیٰ کی عزت دی ہوئی چیز کو ذلیل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ذلیل کی ہوئی چیز کو عزت دینا نہایت برا ہے اور حقیقت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے اور تعلیم دینا اور فتوے لکھنا اس وقت فائدہ دیتا ہے جبکہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو اور جاہ وریاست کی محبت اور مال ومرتبہ کے حاصل کرنے کی آمیزش سے پاک وخالی ہو اور اس کی علامت دنیا میں زہد وپرہیزگاری اختیار کرنا اور دنیا ومافیہا سے بے رغبت رہنا ہے۔ جو علماء اس بلا میں مبتلا اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں وہ علمائے دنیا میں سے ہیں یہی لوگ علمائے سوء اور لوگوں میں سب سے برے اور دین کے چور ہیں حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں اور اپنے آپ کو مخلوقات میں سب سے بہتر خیال کرتے ہیں۔

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَىْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (1)

اور یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم کسی اچھی حالت پر ہیں، خبردار یہ لوگ جھوٹے ہیں، ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے پھر اس نے ان کو اللہ کے ذکر سے غافل کردیا۔ یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں۔ آگاہ رہو کہ شیطان کے گروہ والے ہی خسارہ پانے والے ہیں۔

اکابرین میں سے ایک بزرگ نے شیطان ملعون کو دیکھا کہ فارغ (بیکار) بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے بے فکر ہو چکا ہے۔ اس بزرگ نے اُس سے فراغت کی وجہ دریافت کی اس نے جواب دیا کہ اس زمانے کے بُرے علماء نے خود ہی اس کام میں میری بہت بڑی مدد کی ہے اور انہوں نے مجھے اس اہم کام سے فارغ کردیا ہے۔

(1) المجادلہ: ۱۸-۱۹

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں شرع کے کاموں میں جو سستی اور سہل پسندی پیدا ہوگئی ہے اور دین وملت کے رواج دینے میں جو خلل وسستی ظاہر ہوئی ہے وہ سب برے علماء کی نحوست اوران کی نیتوں کے خراب ہوجانے کے باعث ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ (عزت) ومال اور بلندی (سرداری) کی محبت سے آزاد ہیں وہ علمائے آخرت میں سے ہیں اور انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علماء ہیں کہ کل قیامت کے دن ان (کے قلم) کی سیاہی کو اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور اس سیاہی کا پلہ بھاری رہے گا[1] اور نَوْمُ الْعُلَمَآءِ عِبَادَةٌ "[2] (علماء کی نیند بھی عبادت ہے) ان ہی کے حق میں ثابت ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کی نظروں کو آخرت کا جمال پسند آیا ہے اور دنیا کی برائی اور اس کی خرابی ان کو ظاہر ہوچکی ہے۔ انہوں نے اُس (آخرت) کو بقا کی نظر سے دیکھا اور اس (دنیا) کو زوال کے داغ سے داغدار پایا۔ اسی لئے اپنے آپ کو باقی کے سپرد کردیا اور فانی سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ حق تعالیٰ کی عظمت کے مشاہدہ کا ثمرہ ہے اور دنیا ومافیہا کو ذلیل رکھنا آخرت کی عظمت کے مشاہدہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ لِاَنَّ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدَاھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی. (کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں، اگر ان میں سے ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض ہوجائیگی)۔ اگر (کسی شخص کو) دنیا عزیز ہے تو آخرت ذلیل ہے اور اگر دنیا ذلیل ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا اجتماعِ ضدین کے قبیل سے ہے۔

بعض مشائخ جو کہ اپنی خواہش اور ارادے سے پوری طرح نکل چکے ہیں بعض نے دُرست اور نیک نیتوں کے ساتھ اہل دنیا کی صورت اختیار کی ہے اور بظاہر دنیا میں رغبت کرنے والے معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت میں (دنیا سے) کوئی تعلق نہیں رکھتے اور سب سے فارغ وآزاد ہیں۔

---

(۱) کنزالعمال، جلد ۱۰، ص: ۱۷۳، رقم الحدیث: ۲۸۸۹۹

(۲) کشف الخفا، جلد ۲، ص: ۲۹۵، رقم الحدیث: ۲۸۶۴

رِجَال" لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ" وَّلَا بَيۡعٌ" عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ[1]

یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

اور تجارت اور خرید وفروخت ان کو ذکرِ خدا سے نہیں روکتی، اور ان امور کے ساتھ عین تعلق کی حالت میں ان امور سے بالکل بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز[2] نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ اس نے کم وبیش پچاس ہزار دینار کی خرید وفروخت کی اور اس کا دل ایک لحظہ بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے غافل نہیں ہوا۔[3]

---

(۱) النور: ۳۷

(۲) سلسلہ نقشبندیہ کے سرخیل خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ۷۱۸ھ میں ازبکستان کے معروف شہر بخارا سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر واقع گاؤں قصر عارفاں میں پیدا ہوئے۔ ۷۹۱ھ میں اسی علاقہ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو نقشبند کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کی نگاہ کرم سے دلوں پر اسم اللہ رقم ہوجاتا۔ احوال حیات کیلئے ملاحظہ فرمایئے حضرات القدس جلد اول، ص: ۱۶۳/ جہان امام ربانی جلد اول، ص: ۲۲۳-۲۵۷

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۳۳، دفتر اول مکتوب: ۱۷۱ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۵

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهُ بَرَكَةٌ"[1]

جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ یہ برکت ہے۔

آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے اور کھجور میں برکت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ کہلاتا ہے جو اپنی جامعیت اور صفتِ اعدلیت (سب سے زیادہ انصاف کرنے والا) کے لحاظ سے انسان کی طرح مخلوق ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نخلہ کو بنی آدم کی عمہ (پھوپھی) فرمایا ہے کیونکہ وہ طینتِ آدم (آدم کی بقیہ مٹی) سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: اَكْرِمُوْا عَمَّتَكُمُ النَّخْلَةَ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِيَّةِ طِيْنَةِ اٰدَمَ[2] (اپنی پھوپھی یعنی درخت خرما کی تعظیم کرو کیونکہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے) اور ہوسکتا ہے کہ اس کا نام "برکت" اسی جامعیت کی وجہ سے رکھا گیا ہو۔ لہٰذا اس کے پھل یعنی کھجور سے افطار کرنے سے یہ پھل صاحب افطار کا جزو بن جاتا ہے اور درخت کی حقیقت جامعہ اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کی حقیقت کا جزو بن جاتی ہے۔ اس کا کھانے والا اس اعتبار سے اُن بیشمار کمالات کا جامع ہو جاتا ہے جو اس کھجور کی حقیقتِ جامعہ میں مندرج ہیں۔

یہ مطلب اگرچہ اس کے مطلق کھانے میں بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن افطار کے وقت جو روزہ دار کے شہواتِ مانعہ اور لذاتِ فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے اس کا کھانا زیادہ تاثیر رکھتا ہے اور یہ مطلب کامل اور پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ جو آنسرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ، رقم الحدیث: ۶۵۸

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد ۶، ص: ۲۴۴۴

Marfat.com

نِعْمَ سُحُوْرِ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ۔ ا (مومن کی بہترین سحری تمر (کھجور) ہے اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ اس کی غذا میں جو صاحب غذا کا جزو بن جاتی ہے اس غذا کی حقیقت کے ذریعے سے اس صاحب غذا کی حقیقت کی تکمیل ہے نہ کہ اس غذا کی حقیقت، اور جب یہ مطلب روزہ میں مفقود ہے تو اس کی تلافی کے لیے تمر (کھجور) کی سحور پر بھی ترغیب فرمائی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے افطار کے وقت تک رہتی ہے۔ اور غذا کا یہ فائدہ جو مذکور ہو چکا ہے اس صورت میں مرتب ہوتا ہے کہ وہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو اور شرعی حدود سے سرمو متجاوز نہ ہو، اور نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جبکہ اس کا کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت تک جا پہنچا ہو اور ظاہر سے باطن تک پہنچ گیا ہو، تاکہ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کو مدد دے اور غذا کا باطن اس کے باطن کو مکمل کر دے ورنہ صرف ظاہری امداد ناقص ہے بلکہ اس کا کھانے والا عین کمی میں ہے۔

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر

بعد ازاں چنداں کہ می خواہی بخور

کوشش کرو یہاں تک کہ لقمہ کو گوہر بناؤ

پھر جتنا چاہو کھالو

جلدی افطار کرنے اور سحری دیر سے کھانے میں حکمت یہی ہے کہ غذا سے صاحبِ غذا کی تکمیل ہو جاوے۔ ۲

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، من سمی السحور ....رقم الحدیث: ۲۳۴۵

(۲) دفتر اول، مکتوب: ۱۶۲

۶

اِیَّاکُمْ وَمَاشَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ ۔[۱]

میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

نیز آنحضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِذَاذُکِرَ اَصْحَابِیْ اَمْسِکُوْا ۔[۲] جب میرے صحابہ (کے اختلاف) کا ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ) اور نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضاً ۔[۳] (میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے: تِلْکَ دِمَاءٌ" طَھَّرَ اللّٰہُ عَنْھَا اَیْدِیَنَا فَلْنُطَھِّرْ عَنْھَا اَلْسِنَتَنَا ۔[۴] یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو بچایا ہے لہٰذا ہم کو چاہیے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں۔ اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کی خطاؤں کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کے ذکر خیر کے علاوہ اور کچھ بیان نہ کرنا چاہیے۔ بدنصیب یزید فاسقوں کے زمرے میں ہے اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت والجماعت کے مقررہ اصول میں سے ہے کیونکہ شخصِ معین کو اگرچہ وہ کافر ہو لعنت تجویز نہیں کی گئی مگر جب یقیناً معلوم ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابی لہب جہنمی اور اس کی بیوی، نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں (یعنی وہ لعنت کے لائق ہیں)

Marfat.com

---

(۱) النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، جلد ۲، ص: ۴۴۶

(۲) شرح ملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر ص: ۷۱

(۳) سنن الترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث: ۳۸۶۲

(۴) شرح ملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر ص: ۷۱/ حلیۃ الاولیاء، جلد ۹ ص: ۱۱۶-۱۲۹

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.[1] جولوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس زمانہ میں چونکہ اکثر لوگ امامت کے معاملہ میں بحث کرتے رہتے ہیں، اور انہوں نے اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت و مخالفت کی نسبت گفتگو کرنا اپنا نصب العین بنا لیا ہے اور جاہل تاریخ داں اور سرکش بدعتیوں کی تقلید کرتے ہوئے اکثر اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نیکی و بھلائی سے یاد نہیں کرتے اور نامناسب باتیں ان حضرات کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ضروری سمجھتے ہوئے جو کچھ معلوم تھا اس میں سے تھوڑا سا تحریر میں لاکر دوستوں تک پہنچا دیا گیا۔ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِذَا ظَھَرَتِ الْفِتَنُ اَوْقَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْیُظْھِرِ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَایَقْبَلُ اللّٰہُ لَہٗ صَرْفًا وَّلَاعَدْلًا.[2] جب فتنے (یا فرمایا بدعتیں) ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

جاننا چاہیے کہ پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے اصحاب سب بزرگ ہیں لہٰذا تمام (صحابہ) کو بزرگی سے یاد کرنا چاہیے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَاخْتَارَلِیْ مِنْھُمْ اَصْھَارًا وَّاَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْھِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ. (تحقیق اللہ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند

---

(۱) احزاب: ۵۷

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، جلد ۳، ص: ۶۳۰

Marfat.com

کیااوران میں سے بعض کو میرے لئے قرابت دار اور مددگار پسند کیا پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی)

اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. [1] (جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی طرف سے لعنت ہے) اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَأُهُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ. [2] (میری امت کے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں) اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو اُن کے درمیان واقع ہوئے ہیں نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیے اور ھویٰ وتعصب سے دور سمجھنا چاہیے کیونکہ ان کی مخالفتیں اجتہاد و تاویل پر مبنی تھیں نہ کہ ھویٰ وہوس پر جیسا کہ جمہور اہل سنت کا موقف ہے۔ [3]

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد ۵، ص: ۱۸۵۵

(۲) ایضاً، جلد ۷، ص: ۲۷۵۲

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۲۵۱

Marfat.com

۷

اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ.ا
مجھے بھی اسی طرح غصہ آتا ہے جس طرح ہر انسان کو غصہ آتا ہے۔

تو اولیاء اللہ اس سے کہاں بچ سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بزرگ بھی کھانے، پینے، اہل وعیال کے ساتھ معاشرت اور موانست کرنے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ مختلف قسم کے تعلقات جو بشر ہونے کے لئے لازمی ہیں خواص اور عوام کسی سے بھی زائل نہیں ہوسکتے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ، انبیاء علیہم الصلوت والتسلیمات کی شان میں خودہی فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَاهم جَسَداً لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ.۲ (ہم نے ان کے ایسے اجسام نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں) اور ظاہر بین کفار کہا کرتے تھے کہ مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ. ۳ (اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے)۔ لہٰذا جس کی نظر اہل اللہ کے ظاہر پر پڑی وہ محروم ہوگیا اور دنیا وآخرت کا خسارہ ہی اسے ہاتھ آیا۔ اسی ظاہر بینی نے ابوجہل اور ابولہب کو اسلام کی دولت سے محروم رکھا اور انہیں ہمیشہ کے خسارے میں ڈال دیا۔ سعادت مندوہی ہے جس کی نظر اہل اللہ کی ظاہر بینی سے محفوظ ہوگئی۔ اور اس کی نظر کی تیزی ان بزرگوں کی باطنی صفات تک پہنچ گئی اور ان کے باطن پر ہی لگی رہی۔ فَهُمْ کَنِیْلِ مِصْرَ بَلاءٌ" لِلْمَحْجُوْبِیْنَ وَمَاءٌ" لِلْمَحْبُوْبِیْنَ. (یہ حضرات (اہل اللہ) مصر کے دریائے نیل کی طرح ہیں کہ محجوبین (حجابات میں پڑے ہوئے لوگوں) کے لئے طوفانِ بلا ہیں اور محبوبین (پسندیدہ لوگوں) کے لئے (حیات بخش) پانی کی طرح ہیں)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم الحدیث:۲۶۰۳

(۲) الانبیاء:۸

(۳) الفرقان:۷-۸

صفاتِ بشریت کا معاملہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے۔ یہ جس قدر اہل اللہ میں ظاہر ہوتی ہیں دوسرے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلمت اور کدورت اگرچہ تھوڑی سی بھی کیوں نہ ہو، ہموار اور صاف ستھرے مقام میں زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتی ہے۔ اس کے مقابل ناہموار اور غیر مصفی مقام میں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، نمایاں نظر نہیں آتی۔ لیکن صفاتِ بشریت کی تاریکی اور ظلمت عام لوگوں میں ان کی مجموعی حیثیت (کلیت یعنی تمام لطائف ظاہر و باطن) میں سرایت کر جاتی ہے اور جسم، قلب اور روح تک میں دوڑ جاتی ہے اور خواص میں یہ ظلمت محض ان کے جسم اور نفس تک ہی محدود رہتی ہے اور اخص خواص حضرات (خاص الخاص) کا نفس بھی اس ظلمت سے محفوظ رہتا ہے صرف ان کا جسم ہی اس سے متاثر ہوتا ہے اور بس۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ یہ ظلمت عام لوگوں میں نقصان اور خسارہ کا موجب ہوتی ہے اور خواص میں کمال اور تر و تازگی کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ خواص کی ظلمت ہی تو ہوتی ہے جو عوام کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے ان کے قلوب کا تصفیہ اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتی ہے اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو پھر عوام کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ ہوتی اور افادہ اور استفادہ کی راہ ہی مسدود ہو جاتی اور یہ ظلمت، خواص میں اس حد تک قائم نہیں رہتی کہ مکدر کر دے بلکہ ندامت اور استغفار جو اس کے بعد ہاتھ آتا ہے وہ اتنی ہی ظلمت و کدورت کو بھی دور کر دیتا ہے اور مزید ترقیاں عطا کرتا ہے یہی ظلمت تو ہے جو ملائکہ میں مفقود ہے اور جس کی وجہ سے ان کی ترقی کی راہ مسدود ہو گئی ہے۔ اسے ظلمت کہنا تو "مَدح بِمَا یشبہُ الذَّم. (ایسی تعریف جو مذمت سے مشابہت رکھے) کی قسم سے ہے اور چوپایوں کی طرح سے بے خبر عوام اہل اللہ کی صفات بشریت کو خود اپنی صفات بشریت کے رنگ میں سمجھ لیتے ہیں اور اس وجہ سے محروم اور ذلیل و خوار رہتے ہیں۔ غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہمیشہ غلط ہوا کرتا ہے ہر مقام کی الگ الگ خصوصیات ہیں اور ہر جگہ کی جدا جدا ضروریات ہیں [1]

---

(۱) مبدأ و معاد منھا: ۲۴

Marfat.com

۸

اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُمِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ[1]

بندہ کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[2] (اور سجدہ کر اور قریب ہو جا) اس میں شک نہیں کہ وہ تمام اوقات جن میں قرب الٰہی جل شانہٗ زیادہ ہوتا ہے ان اوقات میں غیرِ حق کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ اس حدیث شریف اور آیت کریمہ سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز میں ہے۔ اور وقت کے استمرار اور وصل کے دوام پر مشائخ کا اتفاق ہے۔[3]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۸۴

(۲) العلق: ۱۹

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۲۸۵

Marfat.com

۹

اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُاللّٰہ.

سب دن اللہ کے دن ہیں اور سب بندے اللہ کے بندے ہیں۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل حدیث نے ہر ماہ میں منحوس ایام قرار دیے ہیں اور اس بارے میں وہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں (اس سلسلہ میں) کیا کرنا چاہیے؟ فقیر کے والد قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ (بصری) و شیخ رحمت اللہ (سندھی) جو اکابر محدثین سے تھے اور حرمین میں وہ شیخین کے لقب سے مشہور تھے، کسی تقریب کے سلسلہ میں ہندوستان تشریف لائے تھے تو فرماتے تھے کہ اس حدیث کو کرمانی شارح بخاری [1] نے نقل کیا ہے لیکن ضعیف ہے [2]۔ اس باب میں صحیح حدیث یہ ہے: اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُاللّٰہ. (سب دن اللہ تعالیٰ کے دن ہیں اور سب بندے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں)۔ اور وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ دنوں کی نحوست، رحمتِ عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی ولادت سے ختم ہوگئی۔ اَیَّامِ نَّحِسَاتٍ [3] یعنی منحوس دن گذشتہ امتوں کی نسبت سے تھے۔ اور فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے اور کسی دن کو بھی دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا، جب تک کہ شارع علیہ السلام سے اس کی ترجیح معلوم نہ کر لے جیسا کہ جمعہ رمضان وغیرہ [4]۔

---

(۱) اس شرح کا نام الکواکب الدراری ہے۔ شارح کا نام محمد بن یوسف علی الکرمانی (م:۷۹۶ھ) صحیح بخاری کی معروف شرح ہے جس میں الفاظ کے معانی، نحوی تراکیب، اسماء رجال اور القاب رواۃ کے نام ہیں۔

(۲) ایسی روایات کے لئے دیکھیں تبیان القرآن، جلد ۱۰، ص: ۴۵۳-۴۵۴

(۳) حم السجدۃ: ۱۶

(۴) دفتر اول مکتوب: ۲۵۶/ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نقطۂ نظر علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اپنی تفسیر میں بھی نقل فرمایا۔ (تبیان القرآن، جلد ۱۰، ص: ۴۶۴)

۱۰

وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلھم فی النار الا ملة واحدة۔(۱)
اور میری امت ۷۳ گروہوں میں منقسم ہوجائے گی جن میں ایک کے سوا سب جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً (سب جہنمی ہیں سوائے ایک کے) سے مراد اس امت کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجانا ہے اور ان فرقوں کا آگ میں داخل ہونا اور عذاب میں مبتلا ہونا ہے، مراد یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔ کیونکہ یہ بات ایمان کے منافی ہے اور کفار کے لئے مخصوص ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ان کے بُرے اعتقادات ہیں اس لئے لازمی طور پر یہ سب دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور اپنے اعتقادات کی برائی کے اندازے کے مطابق سزا پائیں گے، بخلاف اس ایک فرقہ (ناجیہ) کے کہ جس کے اعتقادات دوزخ کے عذاب سے نجات دلانے والے ہیں اور ان کی خلاصی وفلاح کا سبب ہیں۔ پس اسقدر ضرور ہے کہ اگر اس فرقہ (ناجیہ) میں سے بعض افراد بُرے اعمال کے مرتکب ہوں اور وہ اعمال (دنیا میں) توبہ سے اور (آخرت میں) شفاعت سے معاف نہ ہوئے ہوں تو یہ ہوسکتا ہے کہ بقدرِ گناہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں اور دوزخ کی آگ میں داخل ہونا ان کے حق میں متحقق ہو۔ پس دوسرے بہتر فرقوں کے تمام افراد کا دوزخ میں داخل ہونا ثابت ہے جو برے اعمال کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور کلمہ کُلُّھُمْ میں اس بیان کی نسبت ایک رمز ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور چونکہ یہ ۷۲ بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں اس لئے ان کی تکفیر میں جرات نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ وہ ضروریاتِ دینیہ کا انکار نہ کریں اور احکام شرعیہ میں سے متواترات کا رد نہ کریں

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق...... رقم الحدیث: ۲۶۴۱

Marfat.com

اور دین کی جو باتیں یقینی ہیں ان کو قبول کریں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص میں کفر کی ننانوے وجہیں ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس ایک وجہ کی تصحیح کرنی چاہیے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہیئے [1]

نوٹ: اس حدیث مبارکہ کے جو الفاظ یہاں نقل ہوئے، ان میں اور کتب احادیث میں موجود الفاظ میں تفاوت ہے۔ راقم نے سنن الترمذی سے روایت نقل کی ہے، اس میں ستفترق کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۱) دفتر سوم، مکتوب ۳۸

Marfat.com

۱۱

اِیْتُونِیْ بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ.[۱]

کاغذ کا ٹکڑا لاؤ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

سوال: حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے مرضِ موت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا: اِیْتُونِیْ بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ. (میرے پاس کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو) اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دوسری جماعت کے ساتھ کاغذ لانے سے منع کیا، اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ. (ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے) اور یہ بھی کہا اَھَجَرَ اسْتَفْھِمُوْہُ۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کی بیہوشی میں ایسا فرمارہے ہیں لہٰذا تحقیق کرلو) اور حضرت رسالت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ جو کچھ بھی فرماتے تھے وہ از روئے وحی فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔[۲] (وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے مگر وحی سے جو ان کی طرف کی جاتی ہے) اور وحی سے منع کرنا اور اس کا رد کرنا کفر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ.[۳] (جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں) اور نیز ہجر وہذیان (بے قصد وبلا اختیار کلام) کا پیغمبر کے لئے تجویز کرنے سے اس کے احکام شرعیہ سے بھی اعتماد اُٹھ جاتا ہے اور وہ کفر والحاد اور زندقہ ہے۔ اس شبہ قویہ کا حل کیا ہے؟

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۱۱۴/صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، رقم الحدیث: ۱۶۳۷

(۲) النجم: ۳،۴ (۳) المائدہ: ۴۴

Marfat.com

جواب: واضح ہو کہ یہ شبہ اور اس قسم کے دیگر شبہات جو ایک گروہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وارد کرتے ہیں اور اس قسم کے شکوک وشبہات سے ان کو رد کرنا چاہتے ہیں، کاش یہ لوگ انصاف کی نظر سے دیکھیں اور حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے شرف ورتبہ کو قبول کریں تو وہ جان لیں گے کہ ان (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے نفوس حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوئی وہوس سے پاک وصاف ہو چکے تھے اور ان کے سینوں سے عداوت وکینہ نکل چکا تھا۔ اور ان کو واضح ہو جائے گا کہ یہی وہ اکابر دین ہیں جنہوں نے کلمۂ اسلام کے بلند کرتے اور حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور دین متین کی تائید میں رات دن، خفیہ اور علانیہ اپنی طاقتوں اور مالوں کو خرچ کیا ہے اور اپنے خویش وقبیلوں اور اولاد وازواج، وطن وگھر بار، کھیتی باڑی، کنوئیں اور باغ وانہار وغیرہ سب کچھ رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں چھوڑ دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو اپنے نفسوں پر ترجیح دی تھی اور اپنی جان ومال اور اولاد کی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اختیار کیا تھا یہی وہ حضرات ہیں کہ جنہوں نے وحی اور فرشتہ کا مشاہدہ کیا تھا اور معجزات وخوارق کو دیکھا تھا یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت سے اور ان کا علم عین سے بدل گیا تھا۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرماتا ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.[1] (اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔) نیز ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰتِهِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ.[2] (توریت اور انجیل میں ان کی یہی مثال ہے۔) یقیناً جب تمام اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بزرگی اور فضائل میں شریک ہیں تو خلفائے راشدین جو تمام اکابرین صحابہ سے افضل ہیں ان کی فضیلت وبزرگی کس قدر ہوگی۔

---

(۱) التوبہ: ۱۱۰

(۲) الفتح: ۲۹

Marfat.com

یہی وہ فاروق ہیں جن کی شان میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا:
یَآاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ [1] (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مومن جنہوں نے تمہاری اتباع کی)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے کا سبب حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام ہے۔[2]

نظرِ انصاف سے دیکھنے کے بعد اور حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی شرفِ صحبت کے قبول کرنے اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کے درجات کی بلندی و بزرگی معلوم کرنے کے بعد ممکن ہے کہ یہ اعتراض کرنے والی جماعت اور شکوک پیدا کرنے والے لوگ شاید ان شبہات کو مغالطوں اور ملمع کی ہوئی خیالی باتوں کی طرح بے اعتبار خیال کریں اور ان کو درجہ اعتبار سے ساقط کریں، اگر وہ غلط مادہ کو ان شبہات میں تشخیص نہ کریں اور عقل کی غلط باتوں کا محل ومقام متعین نہ کریں تو کم از کم اتنا ضرور جان لیں گے کہ یہ شبہات بے حاصل و بے فائدہ ہیں بلکہ یہ شبہات ضروریات اسلامیہ سے متصادم ہیں اور کتاب وسنت کی رو سے مردود ومطرود ہیں۔ اس کے باوجود اس سوال کے جواب میں اور اس شبہ کے غلط مواد کے تعین میں اللہ سبحانہٗ کی مدد سے چند مقدمات لکھے جاتے ہیں خوب غور سے سنیں۔ ان اشکال کا کامل طور پر حل چند مقدمات پر مبنی ہے اگرچہ ہر مقدمہ بھی ایک مستقل جواب ہے۔

مقدمہ اول: یہ ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کے تمام ارشادات اور گفتگو وحی نہیں ہوتے تھے اور یہ آیہ کریمہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی [3] (وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے۔) یہ نطق قرآنی کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے۔[4]

---

(۱) انفال: ۶۴ (۲) مجمع الزوائد، جلد ۷، ص: ۳۱ (۳) النجم: ۳

(۴) انوار التنزیل، جلد ۲، ص: ۴۳۸/ مفاتیح الغیب، جلد ۷، ص: ۷۰۰

Marfat.com

اور اگر آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام ارشادات وحی کے مطابق ہوتے تو آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقوال پر حق جل شانہٗ کی طرف سے اعتراض وارد نہ ہوتے اور ان سے معافی کی کوئی گنجائش نہ ہوتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ.[1] (اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کیا، تم نے ان کو کیوں اجازت دی۔)

مقدمہ دوم: چونکہ اجتہادی احکام اور امور عقلیہ میں بموجب آیہ کریمہ فَاعْتَبِرُوْا یَاۤاُولِی الْاَبْصَارِ.[2] (اے بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔) اور آیہ کریمہ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ.[3] (کام میں ان (صحابہ) سے مشورہ کر لیا کرو۔) کے بموجب صحابہ کرام کو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے گفتگو کی گنجائش تھی اور ان میں ردوبدل کی مجال بھی تھی کیونکہ قیاس کا اعتبار اور مشورہ کا امر ردوبدل کی صورت کے بغیر ممکن نہیں۔ جیسا کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے قتل اور فدیہ میں اختلاف رائے واقع ہوا تھا اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا تھا اور وحی بھی حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق آئی یعنی فدیہ حاصل کرنے پر وعید نازل ہوئی تو آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَوْنَزَلَ الْعَذَابُ لَمَا نَجٰی غَیْرُ عُمَرَ وَسَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ. (اگر عذاب نازل ہوتا تو اس سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی نہ بچتا۔) کیونکہ سعد نے بھی ان قیدیوں کے قتل کا اشارہ کیا تھا۔[4]

---

(۱) التوبہ: ۴۳

(۲) الحشر: ۲

(۳) آل عمران: ۱۵۹

(۴) مفاتیح الغیب: جلد ۴، ص: ۳۸۷

Marfat.com

مقدمہ سوم: یہ کہ سہو ونسیان حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز بلکہ واقع ہے۔ حدیث ذوالیدین میں وارد ہے کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نے عرض کیا أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ أَمْ نَسِيتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. (یارسول اللہ! کیا نماز قصر کردی گئی یا آپ سے بھول ہوگئی ہے۔) تو ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے قول کی صداقت ثابت ہونے کے بعد آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اُٹھے اور دو رکعتیں ادا کر کے ان میں شامل کیں اور سجدہ سہوادا کیا۔ اجب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے) سہو ونسیان صحت وفراغت کی حالت میں بشریت کے تقاضے کی بنا پر جائز ہو تو مرض موت میں غلبۂ درد کی وجہ سے بمقتضائے بشریت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے بے اختیار کلام کا صادر ہونا کیونکر جائز نہ ہوگا، اور احکام شرعیہ سے اعتماد کیوں اُٹھ جائے گا جبکہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے وحی قطعی کے ذریعے آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے سہو ونسیان پر مطلع کیا تھا اور صواب کو خطا سے الگ کر دیا تھا۔ چونکہ نبی کا خطا پر قائم رہنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے احکام شرعیہ کا اعتماد زائل ہونا لازم آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نفس سہو ونسیان، اعتماد کے زائل ہونے کا موجب نہیں ہے بلکہ سہو ونسیان پر (نبی کا) قائم رہنا احکام شرعیہ کے زائل ہونے کا سبب ہے اور اس کو برقرار رکھنا (علماء کے نزدیک یہ متعین ہے کہ) جائز نہیں ہے۔

مقدمہ چہارم: یہ کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتاب وسنت کے مطابق جنت کی بشارت مل چکی ہے اور وہ احادیث جن میں خاص طور پر جنت کی بشارت موجود ہے وہ اپنے معتبر راویوں کی کثرت کی بنا پر حد شہرت بلکہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں، اب ان کا انکار کرنا یا تو جہالت کی وجہ سے ہے یا دشمنی کی وجہ سے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب السهو فی الصلوة، رقم الحدیث: ۵۷۳/صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ، رقم الحدیث: ۴۸۰

Marfat.com

ان صحیح اور حسن احادیث کے راوی اہل سنت ہیں جنہوں نے اپنے اساتذہ سے جو سب کے سب صحابہ وتابعین ہیں اخذ کی ہیں (ان کے مقابلے میں) اگر تمام مخالف فرقوں کے راویوں کو جمع کریں تو معلوم نہیں کہ اہل سنت کے (راویوں کے) عشر عشیر تک پہنچ سکیں۔ چنانچہ منصف متتبع اور محقق پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور یہ اہل سنت کی احادیث کی تمام کتابیں ان بزرگوں کے لئے جنتی ہونے کی بشارت سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر بعض مخالف فرقوں کی احادیث کی کتابوں میں ان بشارتوں کو روایت نہیں کیا گیا تو کوئی غم نہیں کیونکہ بشارت کی روایت کا نہ ہونا عدم بشارت پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہ کہ ان اکابرین کے بہشتی ہونے کی بشارت کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے جو کافی ہے وہ آیات بکثرت ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.۱ اور مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور ان کے لئے جنت کے باغات تیار کئے گئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے: لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى.۲ (تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (مال) خرچ کیا اور جنگیں لڑیں، برابر نہیں ہوسکتے (بلکہ) یہ لوگ مرتبے میں ان سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جنگیں لڑیں اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا وعدہ کیا ہے۔)

---

(۱) التوبہ:۱۰۰ (۲) الحدید:۱۰

Marfat.com

جب ان تمام صحابہ کو جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ کے بعد انفاق ومقاتلہ (مال خرچ اور جہاد) کیا ہے ان کو بہشت کی بشارت دی گئی تو ان اکابر صحابہ کی نسبت جو انفاق ومقاتلہ اور مہاجرۃ میں سابق تر ہیں کیا کہا جائے اور کیا کلام کیا جائے، ان کے درجات کی عظمت کا ادراک کیسے کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیا ہیں۔

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ لَایَسْتَوِی حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے [۱] جو انفاق ومقاتلہ میں اسبق سابقین (سابقین میں بھی سب سے پہلے) ہیں۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ [۲] (یقیناً اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جبکہ وہ تمہارے ہاتھ پر (ببول کے) درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔)

امام محی السنۃ (بغوی) نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔ [۳] جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس جماعت سے خوش ہو گیا اور اس میں شک نہیں ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر کرنا جس کو کتاب وسنت کے لحاظ سے جنت کی بشارت مل چکی ہو بدترین برائی اور کفر ہے۔

مقدمہ پنجم: یہ کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاغذ لانے میں توقف کرنا ردّ وانکار کی وجہ سے نہیں تھا عِیَاذاً بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَنْ ذٰلِکَ. (اس بات سے اللہ سبحانہٗ کی پناہ) اس قسم کی بے ادبی اس پیغمبر کے وزیروں اور ہم نشینوں سے کیسے سرزد ہو سکتی ہے جو "خلق عظیم" [۴] کے ساتھ متصف ہے۔

---

(۱) تفسیر القرآن العظیم، جلد ۴، ص: ۳۹۲ — (۲) الفتح: ۱۸

(۳) معالم التنزیل، جلد ۴، ص: ۱۹۴ — (۴) القلم: ۴

Marfat.com

بلکہ کسی ادنی صحابی سے بھی جو کہ ایک یا دو بار حضرت خیر البشر کی شرف صحبت سے مشرف ہو چکا ہو اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی، بلکہ آپ کے عام اُمتی جو دولت اسلام سے سعادت مند ہو چکے ہیں ان سے بھی اس قسم کے ردو انکار کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر بھلا اس شخص سے جو اکابرین وزراء اور ہم نشینوں میں سے ہو اور مہاجرین وانصار کے لوگوں میں سے بھی عظمت والا ہو اس کے متعلق کس طرح اس قسم کا خیال کیا جا سکتا ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ وتقدس انصاف عطا فرمائے کہ ان اکابرین دین کے ساتھ سوءِ ظن پیدا نہ کریں اور بغیر سمجھے ہر کلمہ وکلام پر گرفت نہ کریں۔

حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد وارادہ استفہام واستفسار یعنی دریافت کرنا تھا چنانچہ انہوں نے فرمایا: اِسْتَفْهِمُوْا، یعنی اگر دوبارہ کاغذ طلب فرمائیں تو پیش کیا جائے اور اگر اس بارے میں دوبارہ طلب نہ کریں تو ایسے نازک وقت میں آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہیے، کیونکہ اگر وحی اور امر کی وجہ سے آپ نے کاغذ طلب فرمایا ہے تو اس کو تاکید اور مبالغہ کے ساتھ طلب فرمائیں گے اور جس کام کے لئے آپ مامور ہیں ضرور کریں گے، کیونکہ وحی کی تبلیغ نبی پر لازم ہے اور اگر یہ (کاغذ کی) طلب وحی اور امر سے نہیں ہے بلکہ اپنے اجتہاد وفکر سے کچھ تحریر کرانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے بھی یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ آپ کے وصال کے بعد بھی سلسلۂ اجتہاد باقی ہے، آپ کی امت (کے مجتہد) کتاب اللہ سے جو دین کا اصل اصول ہے احکام اجتہادیہ کا استنباط کرلیں گے۔ اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں نزول وحی کے دوران اجتہاد کرنے والوں کے لئے استنباط کرنے کی گنجائش تھی تو آپ کے ارتحال کے بعد جو کہ انقطاعِ وحی کا زمانہ ہے بطریق اولیٰ اہل علم کا استنباط واجتہاد مقبول ہوگا اور چونکہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس (قلم وکاغذ کے) بارے میں دوبارہ کوئی اہتمام نہیں فرمایا بلکہ اس امر سے اعراض کرلیا تو معلوم ہوا کہ وہ امراز جہت وحی نہیں تھا اور وہ تامل وتوقف جو استفسار کے لئے ہو ہرگز مذموم نہیں ہے۔ چنانچہ ملائکہ کرام نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی وجہ دریافت

Marfat.com

کرنے کے لئے حق تعالیٰ سے عرض کیا تھا: اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ.[1] کیا تو اس زمین میں ایسے آدمی کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو اس میں فساد اور خونریزی کرے اور ہم تیری تعریف کی تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت زکریا نے بھی حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی بشارت کے وقت عرض کیا تھا: اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ" وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا.[2] (میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی حد کو پہنچ چکا ہوں۔) اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا: اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ" وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ" وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا.[3] (میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں۔) اگر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی استفہام واستفسار کے طور پر کاغذ لانے میں توقف کیا تو کیا مضائقہ ہے اور یہ شور وشر کیوں ہے؟

مقدمہ ششم: یہ کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی شرف صحبت کی وجہ سے آپ کے اصحاب کرام کے ساتھ حسن ظن کا حصول درکار ہے اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تمام زمانوں سے بہترین ہے[4] اور نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے بعد تمام بنی آدم سے بہتر ہیں۔ تاکہ یقین ہو جائے کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تمام زمانوں سے بہترین ہے اور نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آپ کے اصحاب انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے بعد تمام بنی آدم سے بہتر ہیں تاکہ یقین ہو جائے کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے ارتحال کے بعد کا زمانہ بھی بہترین زمانہ ہے

---

(۱) البقرہ: ۳۰ (۲) مریم: ۸ (۳) مریم: ۲۰

(۴) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة .... رقم الحدیث: ۲۵۳۵

Marfat.com

اور وہ جماعت جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد بہترین بنی آدم ہوں وہ امر باطل پر اجتماع واتفاق نہ کریں گے اور ایسے لوگوں کو ہرگز حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین نہیں بنائیں گے جو نعوذ باللہ کافر یا فاسق ہوں۔

اور یہ جو ہم نے کہا کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام بنی آدم سے بہتر ہیں اس لئے کہا کہ یہ امت نصِ قرآنی کی بناء پر ''خیر الامم''[1] ہے اور اس امت کے بہترین افراد ہی ''صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)'' ہیں کیونکہ کوئی ولی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا کچھ تو انصاف کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ اگر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاغذ لانے سے انکار کرنا معاذ اللہ کفر تھا تو پھر حضرت صدیق جو نص قرآنی کے مطابق اس امت خیر الامم کے سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہیں وہ ان کی خلافت کی تصریح وتعین نہ کرتے، اور مہاجر وانصار جن کی قرآن مجید میں حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور (اللہ تعالیٰ) ان سے راضی ہوا ہے اور ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، ان سے بیعت نہ کرتے اور ان کو پیغمبر کا جانشین نہ بناتے اور چونکہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات سے حسن ظن ''مقدمہ محبت'' ہے وہ ان کو حاصل ہو گیا لہٰذا اس قسم کے شبہات کی تنگی سے بھی نجات میسر ہو گئی، اور ان شکوک کا ظاہری طور پر باطل ہونا معلوم ہو گیا۔ اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہٗ (اللہ سبحانہٗ کی پناہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کے اصحاب علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے اصحاب کے متعلق حسن ظن پیدا نہ ہوا اور بدگمانیوں کی نوبت آ گئی تو یہ سوءِ ظن لازمی طور پر اس صحبت والے (صحابہ کرام) اور ان اصحاب کے صاحب (پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام) تک پہنچے گی، بلکہ اس بدگمانی کا سلسلہ آن حضرت کے مولا (جل شانہٗ) تک پہنچ جائے گا۔ اس امر کی برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔
جس شخص نے صحابہ کرام کی عزت وتوقیر نہ کی تو گویا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہیں ہے۔

---

(۱) آل عمران: ۱۱۰

آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں فرمایا: مَنْ اَحَبَّهُمْ وَفَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ.[1] (جس نے میرے اصحاب سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے اُن سے بُغض رکھا اس نے میرے ساتھ بُغض کی وجہ سے ان سے بُغض رکھا۔) لہٰذا آپ کے اصحاب کی محبت آپ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی محبت کے لیے لازمی ہے اور اصحاب کرام کے ساتھ بُغض گویا آپ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کے بُغض کو مستلزم ہے۔

اور جب یہ مقدمات آپ کو معلوم ہوگئے تو بے تکلف ان شبہات اور اسی طرح کے دوسرے شبہات کا جواب بھی حاصل ہوگیا بلکہ بہت سے جوابات مل گئے، کیونکہ ان مقدمات میں سے ہر مقدمے کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ متعدد جوابوں میں سے ایک مستقل جواب ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا اور ان مقدمات کا مقصد اللہ سبحانہٗ کی مدد سے ان شبہات کا قلع قمع کرنا ہے اور ان شکوک کے دفعیہ میں نظر سے گذر کر فراست میں لے آنا ہے جیسا کہ صاحبِ فراست اور منصف حضرات پر پوشیدہ نہیں ہے۔[2]

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث: ۳۸۶۲

(۲) دفتر دوم، مکتوب: ۹٦

Marfat.com

۱۲

تَنَامُ عَیْنَایَ وَلاَ یَنَامُ قَلْبِیْ[1]

میری آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

حدیث مبارکہ جو کہ لکھی گئی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال کے جاری ہونے سے غافل نہ ہونے کی خبر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نیند وضو کو توڑنے والی نہیں ہوئی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے راعی کی طرح ہیں اس لئے غفلت آپ کے منصب نبوت کے مناسب نہیں ہے[2]

---

(۱)صحیح بخاری، ابواب التھجد، رقم الحدیث: ۱۱۴۷/ابی داؤد، کتاب التطوع، رقم الحدیث: ۱۳۴۱

(۲)دفتر اول مکتوب: ۹۹

Marfat.com

۱۳

جَدِّدُوْ اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[1]

یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (کی تکرار) سے اپنے ایمان کو تازہ کر لیا کرو۔

بلکہ ہر وقت اس کلمہ کی تکرار ضروری ہے اس لئے کہ نفس امارہ ہمیشہ ناپاکی (پلیدی) کے مقام میں ہے۔ اس کلمہ طیبہ کی فضیلتوں کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر سب آسمانوں اور زمینوں (اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ترازو کے) ایک پلڑے میں رکھیں اور اس کلمۂ طیبہ کو دوسرے پلڑے میں، تو یہ کلمہ والا پلڑا یقیناً دوسرے پلڑے پر بھاری ہوگا۔ اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو لازم پکڑے رکھا۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو آفاقی (بیرونی) وانفسی (اندرونی) معبودوں کی نفی کے لئے وضع کیا گیا ہے نفس کے پاک صاف کرنے میں بہت ہی مفید اور نہایت مناسب ہے۔ بزرگان طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے نفس کے تزکیہ کے لئے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔

تا بجاروب لا نہ روبی راہ

نہ رسی در سرائے اِلَّا اللّٰه

جب تک ''لا'' کے جھاڑو سے رستہ کی صفائی نہیں کرتے ''الا اللہ'' کے دروازے میں داخل نہ ہو گے

جب نفس سرکشی کے مقام میں آجائے اور عہد شکنی کرے تو اس کلمہ کی تکرار سے ایمان کو تازہ کرنا چاہیے۔[2]

---

(۱) مستدرک حاکم، جلد: ۷، ص: ۲۷۳۰، رقم الحدیث: ۷۶۵۷/ مسند احمد، رقم الحدیث: ۸۷۱۰

(۲) دفتر اول، مکتوب: ۵۲

Marfat.com

دفتر اول کے مکتوب ۷۸ میں آپ اسی حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا حدیث شریف جَدِّدُوْ اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. (یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰـہُ (کی تکرار) سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو) کے مطابق اس عظیم الشان کلمہ سے ہر وقت ایمان کو تازہ کرتے رہنا چاہیئے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ و رجوع کرنی چاہیئے ممکن ہے کہ پھر دوسرے وقت تک توبہ کا موقع نہ ملے۔

Marfat.com

۱۴

حُبُّ الدُّنیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ[1]

دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔

یہ طے شدہ فیصلہ ہے۔ اور چونکہ علاج بالضد ہوتا ہے اس لئے کمینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج آخرت کی نعمتوں کی رغبت دلانے پر اور روشن شریعت کے احکام کے موافق اعمال صالحہ بجالانے پر موقوف ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنیَا لَعِب" وَّلَھْو" وَّزِیْنَۃ" وَّتَفَاخُر" بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُر" فِی الْاَمْوَالِ وَالاولادِ۔[2] دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت اور ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال واولاد میں کثرت کی لالچ کرنا ہے۔ لہٰذا لازمی طور پر جب اعمال صالحہ میں مشغول ہوں گے تو اس کا جزو اعظم جو لہو ولعب (کھیل اور تماشا) ہے کم ہوتا جائے گا اور ریشمی لباس اور سونے چاندی کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی زینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگتا ہے اور اس کا دوسرا جزو جو زینت ہے زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ اور جب یقین ہو جائے کہ خدائے عزوجل کے نزدیک فضیلت وکرامت پرہیزگاری اور تقویٰ پر موقوف ہے نہ کہ حسب و نسب پر تو وہ فخر سے باز رہے گا اور جب وہ یہ جان لے کہ اموال واولاد حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی پاک وبلند بارگاہ سے پھیر دینے والے ہیں تو مجبوراً کثرت کی خواہش میں کمی کر دیتا ہے بلکہ ان کی زیادتی کی طمع کو معیوب شمار کرے گا۔ غرض مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔[3] (جو کچھ رسول تمہیں دے اس کو پکڑ لو اور جس سے منع کرے رُک جاؤ۔)[4]

---

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، جلد:۳، رقم الحدیث:۱۲۲۶

(۲) الحدید:۲۰ (۳) الحشر:۷

(۴) دفتر اول مکتوب:۲۳۲

Marfat.com

۱۵

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ" رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ۔[۱]

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں

(۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا

(۳) جنازے کے ساتھ چلنا (۴) دعوت کا قبول کرنا

(۵) چھینک کا جواب دینا۔

دعوت قبول کرنے میں چند شرطیں ہیں۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو، یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو، یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں یا چھت یا دیوار پر جانداروں کی تصویریں ہوں یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو یا کسی قسم کا لہو ولعب کا شغل ہو یا غیبت چغلی و بہتان اور جھوٹ وغیرہ سننا پڑے تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے اور یہ سب امور اس دعوت کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں۔ اور اسی طرح اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مبتدع (بدعتی) یا شریر یا تکلف کرنے والا اور فخر ومباہات کا طالب ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور شرعۃ السلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریاء وسمعہ کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ اور محیط میں ہے کہ جس دستر خوان پر لہو ولعب یا سرور کا سامان ہو یا وہاں لوگ غیبت کرتے ہوں یا شراب پیتے ہوں وہاں بیٹھنا نہیں چاہیے۔ اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت قبول کرنے سے چارہ نہیں لیکن اس زمانے میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے اور نیز جان لیں کہ

عزلت از اغیار باید نے زیار (علیحدگی اغیار سے ہونی چاہیے اپنوں سے نہیں)

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم الحدیث: ۲۱۶۲

کیونکہ ہمرازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ عالیہ کی سنت موکدہ ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے ان کی مراد طریقت سے موافقت کرنے والوں کی صحبت ہے نہ کہ مخالفین طریقت کی صحبت، کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے جو موافقت کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ اور مریض کی عیادت سنت ہے جبکہ اس بیمار کا کوئی خبر گیر ہو اور اس کی تیمارداری کرتا ہو، ورنہ اس بیمار کی عیادت (بیمار پرسی) واجب ہے جیسا کہ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں مرقوم ہے۔ اور نماز جنازہ مین حاضر ہونے کے لئے کم از کم چند قدم جنازے کے پیچھے چلنا چاہیے تاکہ میت کا حق ادا ہو جائے۔ اور جمعہ و جماعت اور نماز پنجگانہ و نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کہ جن سے چارہ نہیں ہے اور باقی وقتوں کو تبتل وانقطاع (تنہائی و گوشہ نشینی) میں گذاریں لیکن پہلے نیت کی تصحیح کر لینی چاہیے اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں اور ذکر الٰہی جل سلطانہٗ کے ساتھ باطنی جمعیت کے حاصل ہونے اور بے فائدہ و بے کار اشغال سے منہ موڑنے کے سوا (گوشہ نشینی سے) اور کچھ مقصود نہ ہو۔ اور تصحیح نیت میں بڑی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو، اور نیت کے درست کرنے میں (اللہ تعالیٰ کے حضور میں) التجا وتضرع بہت زیادہ کریں اور عاجزی وانکساری اختیار کریں تاکہ حقیقت نیت میسر ہو جائے۔ راست استخارے ادا کریں تاکہ تصحیح نیت کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کر سکیں امید ہے کہ اس پر بہت فائدے مرتب ہوں گے۔[1]

(۱) دفتر اول، مکتوب: ۲۶۵

Marfat.com

١٦

خُلِقتُ مِنۡ نور اللّٰہ[1]

مجھے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا۔

جاننا چاہیے کہ خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے تمام افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افرادِ عالم میں سے کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق جل وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: خُلِقتُ مِنۡ نُوۡرِ اللّٰہ. (میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی ہے) لہٰذا دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔[2]

اسی مکتوب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کے حوالہ سے یہ الفاظ بھی قابلِ مطالعہ ہیں: ''اس حسن وجمالِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں جس کا تعلق پروردگارِ عالمیان جل شانہٗ کی محبت سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جمال کے ساتھ محبوب رب العالمین ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ اس صباحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہما الصلوات والتسلیمات کے محبوب ہوئے لیکن ہمارے پیغمبر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے ہیں خالقِ ارض وسماء کے محبوب ہیں اور زمین وزمان کو آپ کے طفیل میں پیدا کیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔''

اس حدیث کی شرح میں حضرت مجدد سرہندی نے یہ الفاظ بھی رقم فرمائے، جہاں دو روایات میں تطبیق نظر آئے گی: ''مرتبہ اُولیٰ چونکہ حضرت نورِ صرف کے مرتبہ سے انحطاط کی بُو رکھتا ہے اور شعور ونور کا جامع ہے مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو مخلوق کہا ہے۔

---

(١) کشف الخفاء جلد اول، ص: ٣١١ (٢) دفتر سوم، مکتوب: ١٠٠

اور کبھی اس کو عقل سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ اس جگہ آپ نے فرمایا: اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلُ.[1] (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے) اور کبھی اس کو نور سے یاد فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ. (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ میرا نور ہے) اور ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ یہی نور ہے اور یہی عقل وشعور ہے اور چونکہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مرتبہ نور کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور میرا نور فرمایا ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مرتبہ حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے اور یہی تعین اول ہے۔''[2]

(۱) کشف الخفاء جلد اول، ص:۳۰۹، رقم:۸۲۳

(۲) دفتر سوم مکتوب:۷۶

Marfat.com

۱۷

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ[۱]

(مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کی عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے)

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی مخلوق کی رزق رسانی کا متکفل ہے لہٰذا مخلوق اس باری تعالیٰ کی عیال کے مانند ہیں جو کوئی اس کی عیال کے ساتھ غمخواری و مدد کرے اور اس کے بوجھ کو اٹھائے تو یقیناً یہ شخص اس صاحب عیال کا محبوب بن جائے گا کیونکہ اس نے اس کا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کی مشقت اور محنت کو اپنے اوپر لے لیا۔[۲]

---

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد۲، ص:۱۰۲

(۲) دفتر دوم، مکتوب ۹۰/ مکاشفات غیبیہ، مکاشفہ نمبر ۲۷ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

۱۸

ذُکِرَ رَجُلٌ عِندَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ تَعالٰی علیہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِعِبَادَۃٍ وَاجْتِہَادٍ وَذُکِرَ اٰخرُ بِرِعَۃٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی علیہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لا تَعْدِلُ بِالرِّعَۃِ شَیْئاً یَعْنِیْ الْوَرَعَ. وَقَالَ اَیْضاً عَلَیْہِ مِنَ الصَّلَوٰاتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا مِلاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ.[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر عبادت واجتہاد کے ساتھ کیا گیا (یعنی وہ بڑا عبادت وریاضت میں مشغول رہتا ہے) اور دوسرے شخص کا ذکر ورع (تقویٰ) کے ساتھ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ورع یعنی پرہیز گاری کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے دین کا معیار ورع یعنی پرہیز گاری ہے۔ اور انسان کی فرشتوں پر فضیلت اسی (جز واخیر) سے ثابت ہے اور قرب الٰہی کے درجوں پر ترقی بھی اسی سے ثابت ہے کیونکہ فرشتے پہلے جزو میں شریک ہیں اور ترقی ان میں مفقود ہے۔ پس ورع وتقویٰ کا مدنظر رکھنا اسلام کے اعلیٰ ترین مقاصد اور دین کی نہایت اہم ضروریات میں سے ہے، اور یہ جزو جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر ہے کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ فضول (غیر ضروری) مباحات سے پرہیز کیا جائے اور بقدرِ ضرورت مباحات پر کفایت کی جائے کیونکہ مباحات کے اختیار کرنے میں باگ ڈور کا ڈھیلا چھوڑ دینا مشتبہ چیزوں (کے اختیار کرنے) تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَقَعَ فِیْہِ.[2] (جو شخص چراگاہ کے گرد پھرے قریب ہے کہ اس میں جا پڑے۔)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، جلد ۸، ص: ۱۴۰، رقم: ۶۵

(۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۲

Marfat.com

مباحات اختیار کرنا بھی وبال ہے اور اس کا قلیل بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے اور چونکہ فضول مباحات سے کلی طور پر بچنا ہر زمانہ میں اور خاص طور پر اس زمانے میں بہت دشوار ہے اس لئے حرام چیزوں سے بچتے ہوئے حتی الامکان فضول مباحات اختیار کرنے کا دائرہ بہت تنگ کرنا چاہیے اور اس اختیار کرنے میں ہمیشہ شرمندہ پشیمان ہونا اور توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور اس (فضول مباحات) کو محرمات میں داخل ہونے کی کھڑکی جانتے ہوئے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجاوگریہ وزاری کرتے رہنا چاہیے، شاید کہ یہ ندامت (پشیمانی) واستغفار اور التجاوتضرع اُس فضول مباحات سے بچنے کا کام کر جائے اور اس کی آفت سے محفوظ و مامون کر دے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اِنْكِسَارُ الْعَاصِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ صَوْلَةِ الْمُطِيْعِيْنَ. گنہگاروں کی انکساری وعاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرمانبرداروں کے دبدبہ سے زیادہ محبوب ہے۔ اور حرام چیزوں سے بچنا بھی دو قسم پر ہے ایک قسم وہ ہے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے اور دوسری قسم کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی مطلق اور ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم کرنے والا) ہے اور بندے فقیر ومحتاج اور بالذات بخیل و کنجوس ہیں (اس لئے اُن کے حقوق کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ" لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ" وَلَا دِرْهَمٌ" اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ" اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ" اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ (۱) اگر کسی شخص پر اس کے بھائی کی عزت وآبرو یا اور کسی قسم کا کوئی حق ہے تو اس کو چاہیے کہ آج ہی اس سے معاف کرا لے قبل اس کے کہ اُس کے پاس نہ کوئی دینار ہو؛ اور نہ درہم۔ (کیونکہ قیامت کے دن) اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو بقدر ظلم اس سے بدلہ میں لے لیا جائے گا (اور صاحب حق کو دے دیا جائے گا) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی

(۱) صحیح البخاری، کتاب المظالم، رقم الحدیث: ۲۴۴۹

Marfat.com

تو صاحب حق کی برائیاں لے کر اس پر ڈالی جائیں گی۔

وَقَالَ اَیضاً صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِیْنَامَنْ لَّا دِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَصِیَامٍ وَزَکٰوۃٍ وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا وَقَذَفَ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یَّقْضٰی مَاعَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ. صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی علیہ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ.[1] اور نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس شخص کون ہے؟ حاضرین صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم واسباب کچھ نہ ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے (لیکن ساتھ ہی) اس نے کسی کو گالی بھی دی ہو اور کسی پر تہمت بھی لگائی ہو اور کسی کا مال بھی کھایا ہو اور کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو، پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے حق کے برابر نیکیاں دیدی جائیں گی اور اگر حقداروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اُن حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔[2]

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم الحديث: ۲۵۸۱

(۲) دفتر اول مکتوب: ۷۶

Marfat.com

۱۹

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ [1]

میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

اس غضب سے مراد غضبِ صفاتی سمجھنا چاہیے جو گنہگار مؤمنوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضبِ ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں کافروں کو رحمت سے حصہ حاصل ہے، تو پھر دنیا میں رحمت کی صفت نے ذاتی عداوت کو کیسے دور کر دیا؟

جواب: میں کہوں گا کہ دنیا میں خاص کافروں کو رحمت کا حاصل ہونا ظاہری طور پر اور صورت کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقت میں وہ ان کے حق میں استدراج اور کید (دھوکہ) ہے، ان کے حق میں آیۂ کریمہ: اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ. [2] کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور اولاد میں جو ان کو ترقی دے رہے ہیں تو اس سے ان کو فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ ان کو اس (حکمت) کا شعور نہیں ہے۔ اور آیہ کریمہ: سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ". [3] ہم ان کو جہنم کی طرف اس طرح آہستہ آہستہ لے جاتے ہیں جس کی ان کو خبر نہیں ہوتی اور ہم ان کو مہلت دیتے ہیں بیشک ہماری تدبیر بہت مضبوط ہے۔ اس معنی پر شاہد ہیں۔ پس سمجھ لو۔ [4]

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، رقم الحدیث:۳۱۹۴

(۲) المومنون:۵۵،۵۶

(۳) الاعراف:۱۸۲،۱۸۳

(۴) دفتر اول، مکتوب:۲۶۶

Marfat.com

۲۰

ا الصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ [1]

صلوٰۃ (نماز) دین کا ستون ہے، جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ترک کیا گویا کہ اس نے دین کو منہدم کر دیا۔

آدمی کے لئے جس طرح اعتقادات درست کرنے سے چارہ نہیں ہے اسی طرح اعمالِ صالحہ کے بجالانے سے بھی چارہ نہیں ہے اور عبادتوں میں سے سب سے جامع عبادت اور طاعتوں میں سب سے زیادہ قرب والی اطاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عنایت فرماتے ہیں اس کو برائیوں اور خلاف شرع کاموں سے بھی باز رکھتے ہیں۔ آیت کریمہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ [2] (بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس بات کی تائید کرتی ہے اور جو نماز ایسی نہیں ہے وہ نماز کی صرف صورت ہے نماز کی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن حقیقت نماز کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مَالَایُدْرَکُ کُلُّہٗ لَایُتْرَکُ کُلُّہٗ. جو چیز پوری حاصل نہ ہوسکے اس کو بالکل ترک بھی نہیں کرنا چاہیے یعنی جس قدر مل سکے حاصل کرلے۔ اکرم الاکرمین (حق سبحانہٗ وتعالیٰ) اگر نماز کی صورت کو نماز کی حقیقت کے درجہ میں اعتبار کرلے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ پس آپ پر واجب ہے کہ تمام (فرض) نمازوں کو خشوع وخضوع کے ساتھ جماعت سے ادا کریں کیونکہ یہی نجات وکامیابی کا ذریعہ ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ [3] بیشک اُن ایمان والے لوگوں نے کامیابی حاصل کی جو اپنی نماز میں خشوع وعاجزی کرنے والے ہیں۔ [4]

---

(۱) مختصر مقاصد الحسنۃ، رقم الحدیث: ۵۹۳/ بیہقی: شعب الایمان جلد ۳، ص: ۳۹

(۲) العنکبوت: ۴۸ (۳) المومنون: ۲،۱ (۴) دفتر اول، مکتوب: ۸۵

۲۱

عِبَادَةٌ'' فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ۔[1]

ھرج (پرفتن حالات) میں عبادت کرنا ایسے ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا۔

کام وہی ہے جو اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتے ہوئے کیا جائے، دشمن کے غلبہ کے وقت سپاہی اگر تھوڑی سی جدوجہد بھی کرے تو بڑا اعتبار پیدا کر لیتا ہے۔ جوانوں کی نیکی بھی اسی وجہ سے زیادہ معتبر ہوتی ہے کہ انہوں نے خواہش نفسانی کے غلبہ کے باوجود اپنے آپ کو نیکی میں مشغول کیا ہوا ہے اصحاب کہف نے اس قدر بزرگی جوان کو حاصل ہے دین کے مخالف اپنے وقت کے کافر بادشاہ سے ہجرت کرنے کی بنا پر حاصل کی ہے۔ پس عبادت سے روکنے والی چیز حقیقت میں عین عبادت کا باعث ہے۔[2]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفتن، رقم الحدیث: ۲۹۴۸/ سنن الترمذی، کتاب الفتن، رقم الحدیث: ۲۲۰۱

(۲) دفتر اول، مکتوب: ۸۵

Marfat.com

۲۲

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔[1]

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

واضح ہو کہ جو علم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی وجاری ہے دو قسم کا ہے: ایک علم احکام، دوسرا علم اسرار۔ اور انبیاء کی وراثت کا عالم کہلانے کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں قسم کے علم سے بہرہ ور ہو، نہ یہ کہ صرف ایک قسم کا علم حاصل ہو اور دوسری قسم سے محروم ہو۔ یہ بات وراثت کے منافی ہے، کیونکہ وارث کو مورث کے ہر قسم کے ترکہ میں سے حصہ ملتا ہے، نہ کہ بعض میں حصہ ہو اور بعض میں نہ ہو۔ اور وہ شخص جس کا حصہ کسی خاص معین حد تک محدود ہو وہ وارث نہیں بلکہ غرما قرض خواہ میں داخل ہے جس کا حصہ اس کے حق کی جنس کے متعلق ہے، اسی طرح آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔[2] (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں)[3]

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۳۶۴۱

(۲) المصنوع، ملا علی قاری، جلد اول ص: ۱۲۳

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۲۶۸

۲۳

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ[1]

میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

یہ بات باعتبار حقیقتِ احمدی کے تھی اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اسی اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ ہوئے ہیں اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور جنہوں نے آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی تشریف آوری کی بشارت اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ.[2] اور خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔ اور وہ نبوت جس کا تعلق نشاۃ عنصری (مادہ کی پیدائش) سے ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس شان کا مبدأ ہے، لہٰذا اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت سے زیادہ مکمل ہے، کیونکہ اس مرتبہ میں ان کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی اور ان کی تربیت صرف روحانیین تک محدود تھی اور ان کی دعوت کے اس مرتبہ میں عالم خلق اور عالم امر دونوں شامل ہیں اور آپ کی تربیت ارواح واجساد پر مشتمل ہے۔[3]

---

(۱) جامع الترمذی (کتاب المناقب) رقم الحدیث: ۳۶۰۹

(۲) الصف: ۶

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۲۰۹

Marfat.com

﴿ ۲۴ ﴾

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِى الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ
"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" ۔[1]

جاننا چاہیے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں اور رحمٰن کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں حدیث نبوی علی مصدرہٖ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات میں وارد ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَانَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔[2] اللہ تعالیٰ کی تسبیح ساتھ اسکی تعریف کے اس کی مخلوق کی تعداد میں، اور اس کی رضا کے مطابق اور عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی مقدار کے برابر ہو اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلأَ الْمِيْزَانِ اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح جو میزان کو بھر دے۔ اور یہ بھی آیا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَضْعَافَ مَاحَمِدَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ اللہ تعالیٰ کے لئے تعریفیں ہیں اس سے کئی گنا زیادہ جو اس کی تمام مخلوق نے کی ہیں۔ حالانکہ کہنے والے نے ان کلمات کو ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں کہا اور ایک دفعہ سے زیادہ واقع نہیں ہوا پھر اس کو عَدَدَ خَلْقِهٖ کس اعتبار سے کہتے ہیں اور رِضَانَفْسِهٖ کس طرح ہوگا اور مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ کیسے درست ہوگا اور میزان کو کیسے بھر دے گا اور اَضْعَافَ مَاحَمِدَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ کس معنی کے لحاظ سے کہا جائے گا؟ جواب میں ہم کہتے ہیں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے اور جو کچھ خلق اور امر میں ہے وہ انسان میں زائد کے ساتھ موجود ہے اور وہ اس کی ہیئت وحدانی ہے جو خلق و امر کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے اور یہ ہیئت وحدانی انسان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوئی اور یہ ہیئت ایک غریب عجوبہ اور عجیب نمونہ ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب التوحید، رقم الحدیث: ۷۵۶۳/ صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، رقم الحدیث: ۲۶۹۴

(۲) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم الحدیث: ۲۷۲۶

Marfat.com

لہٰذا وہ حمد جو انسان سے وقوع میں آتی ہے وہ تمام خلائق کی حمد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اسی قیاس پر تمام سوالات کا حل سمجھ لیں۔ پس تمام مخلوق سے انسان کے علاوہ مراد لینی چاہیے اور اگر انسان کو بھی اس میں شامل کر لیں تو ہم کہتے ہیں کہ جس طرح انسانِ کامل تمام افرادِ عالم کو اپنے اجزا پاتا ہے اسی طرح افرادِ انسان کو بھی اپنے اجزا پاتا ہے اور اپنے آپ کو سب کا کُل جانتا ہے۔ اس صورت میں اپنی حمد کو تمام عالم کی حمد سے کئی گنا زیادہ پاتا ہے اور تمام افرادِ انسانی کی حمد سے بھی اپنی حمد کو کئی گنا زیادہ پائے گا۔[1]

ایک دوسرے مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں: کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اسی کے لئے حمد و شکر ہے۔ پوری بلاغت کے ساتھ ان دو چیزوں کو بیان فرماتا ہے۔ اس کلمہ کا جزو اول سبحان اللّٰہ حق تعالیٰ کی کمال درجہ تنزیہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے اور ان تمام شرور و نقائص سے جو تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے شایان نہیں ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور جزو ثانی وَبِحَمْدِهٖ حمد کے ساتھ ساتھ شکر کی ادائیگی سے عبارت ہے اور ہر شکر کی اصل ہے، حق تعالیٰ کی صفات و افعالِ جمیلہ اور انعامات و احسانات جزیلہ پر شکر ادا کرنا ہے جیسا کہ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات میں آیا ہے کہ جو شخص اس کلمہ (سبحان اللہ وبحمدہ) کو دن یا رات میں سو بار پڑھے تو کوئی شخص بھی اس دن رات میں اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ مگر وہ شخص جو اس کلمۂ طیبہ کو پڑھے اور کیسے برابری کر سکتا ہے جبکہ اس کا ہر عمل اور اس کی ہر عبادت خداوند جل سلطانہ کے شکروں میں سے ایک شکر کی ادائیگی ہے جو اس کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزو (بحمدہ) سے ادا ہوتا ہے اور اس کا پہلا جزو (سبحان اللّٰہ) جس میں حق تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا بیان ہے علیحدہ ہے۔ لہٰذا آپ اس کلمہ طیبہ کو رات دن میں سو مرتبہ پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لیں۔[2]

---

(۱) دفتر اول، مکتوب: ۳۰۸

(۲) دفتر اول مکتوب: ۳۰۷

Marfat.com

مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں: اور نیز تسبیح توبہ کی کنجی بلکہ توبہ کا خلاصہ ہے جیسا کہ بعض مکاتیب میں اس کی تحقیق کر چکا ہوں لہٰذا تسبیح گناہوں کے محو کرنے اور خطاؤں کے معاف ہونے کا وسیلہ ہے۔ اس وجہ سے بھی یہ کلمے میزان میں بھاری اور نیکیوں کے پلے کو جھکانے والے اور رحمٰن کو پیارے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عفو کو پسند فرماتا ہے اور اسی طرح تسبیح اور حمد کرنے والا جب حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو اس کی شان کے خلاف چیزوں سے پاک اور منزہ ظاہر کرتا ہے اور اس بلند و برتر ذات کے لئے صفاتِ کمال و جمال کا اثبات کرتا ہے تو حق جل شانہ کریم و وہاب سے بھی امید ہے کہ وہ تسبیح کرنے والے کو غیر مناسب باتوں سے پاک کردے گا اور حمد کرنے والے میں صفاتِ کمال پیدا کردے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ. (۱) نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا لازمی طور پر یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہیں کیونکہ ان کے تکرار کی وجہ سے گناہ محو ہوجاتے ہیں اور چونکہ خدائے رحمٰن کو پسندیدہ ہیں اس لئے اس کے واسطے سے اچھے اخلاق پیدا ہوجاتے ہیں۔

مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "تسبیح تہلیل اور تحمید سے بہشت میں درخت لگاؤ۔ (۲) یعنی سبحان اللہ کہو اور بہشت میں ایک درخت لگاؤ۔ یعنی وہ تنزیہی معنی جو اس دنیا میں ان حروف و کلمات کے لباس میں پیدا ہوئے ہیں وہاں درختوں کی صورت میں مشتمل ہوں گے، لہٰذا اس درخت کے ساتھ گرفتاری اور اس درخت سے لذت گرفتاری عین تنزیہی معنی میں ہے۔ (۳)

---

(۱) رحمٰن: ۶۰

(۲) من قال سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ، (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: ۳۴۶۴)

(۳) دفتر سوم مکتوب: ۱۰۰

۲۵

لَو اتُّزِنَ اِیۡمَانُ اَبِیۡ بَکۡرٍ مَعَ اِیۡمَانِ اُمَّتِیۡ لَرَجَحَ۔[1]

اگر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان میری ساری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو یقیناً وہ غالب رہے گا۔

اس سے کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے؟

جاننا چاہیے کہ ایمان کی ترجیح مُـؤمَنٌ بِـہٖ جن پر ایمان لایا جاتا ہے کے رجحان کے باعث ہے چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعلَّقِ ایمان (جن سے ایمان کا تعلق ہے) تمام امت کے متعلقاتِ ایمان سے فوق و برتر ہے اس لئے یقیناً راجح و غالب ہوگا۔ میرے مخدوم! عروجات و ترقیات میں (عارف و طالب) کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ اوپر ہو جائے تو اس نقطہ عروج کے سبب جو کمال حاصل ہوا ہے وہ تمام سابقہ کمالات سے زیادہ ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ نقطہ جو کچھ اس کے ماتحت ہے ان سب سے بالاتر ہے اور یہی حال اس نقطہ کا ہے جو پہلے نقطہ پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ نقطہ ماتقدم مع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلے میں حقیر و نقیر (کھجور کی گٹھلی کا گڑھا) ہے۔ اسی پر قیاس کر لیجئے پس جس کے ایمان کا تعلق کمال بلندی پر ہو وہ بیشک ہر اس سے جو اس کے ماتحت (کمتر) ہو راجح و غالب ہوگا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ عارف (باللہ) کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے کہ طرفۃ العین (پلک جھپکتے ہی) سابقہ تمام کمالات پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس فقیر کی تحقیق کے اندازے کے مطابق ایک لمحہ میں تمام کمالات ماتقدم سے بھی زیادہ پیش قدمی کر لیتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ۔[2] یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔[3]

---

(۱) الکامل، ابن عدی، جلد ۴، ص: ۱۵۱۸، الفاظ یہ ہیں لووزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجح / مسند اسحاق بن راهویه جلد ۳، ص: ۲۷۲ / شعب الایمان جلد اول ص: ۶۹

(۱) الجمعۃ: ۴   (۲) دفتر اول، مکتوب: ۲۵۶

Marfat.com

۲۶

لَو کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَر[1]

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

یعنی جو لوازم و کمالات، نبوت میں درکار ہیں وہ سب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے اندر ہیں۔ لیکن چونکہ نبوت کا منصب خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے اس لئے وہ منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔[2]

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث: ۳۶۸۶

(۲) دفتر سوم، مکتوب: ۲۴

Marfat.com

۲۷

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ۔[1]
سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

مجھے مدتوں اس کی آرزو رہی کہ مذہب حنفی میں کوئی معقول وجہ ایسی نکل آئے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی جا سکے جبکہ نماز میں قراءت کرنا فرض ہے تو قراءتِ حقیقی کو چھوڑ کر قراءت حکمی کو اس کی جگہ دے دینا معقول معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور ساتھ ہی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی یہ بات آچکی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی)

لیکن بپاس مذہب (حنفی) مجبوراً ترکِ قراءت کرتا تھا اور اس ترک کو ریاضت اور مجاہدہ کی قسم سے شمار کرتا تھا، کیونکہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا بھی (ایک گونہ) الحاد ہی ہے۔ آخر کار حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مذہب (حنفی) کی اس رعایت کی برکت سے مقتدی کے قراءت کو چھوڑ دینے کے بارے میں مذہب حنفی کی حقیقت کو واضح فرمادیا۔ اور پھر بصیرت کی نگاہ میں قراءتِ حکمی ہی قراءت حقیقی کی بجائے زیبا تر نظر آئی۔ کیونکہ امام اور مقتدی سب کے سب متفقہ طور پر مقامِ مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں لِاَنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ[2] (کیونکہ نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے مناجات ہی تو کرتا ہے) اور نہوں نے امام کو اس سلسلہ میں اپنا پیشوا (اور ترجمان یا نمائندہ) بنایا ہے۔ لہٰذا امام جو کچھ پڑھتا ہے گویا پوری قوم کی زبان سے پڑھتا ہے۔ بالکل اسی انداز سے جیسا کہ لوگوں کی کوئی جماعت (وفد) کسی ضرورت کے سلسلہ میں کسی عظیم الشان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور ایک آدمی کو اپنا پیشوا (نمائندہ) بنالیتی ہے تاکہ وہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث: ۳۹۴

(۲) سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، جلد ۴، ص: ۱۳۳، رقم الحدیث: ۱۶۰۳

ان تمام لوگوں کی زبان سے (بادشاہ کے سامنے) عرض حاجت کرے۔

اس صورت میں اگر دوسرے لوگ اپنے پیشوا کے بولنے کے باوجود خود بھی بولنا شروع کردیں تو یہ بے ادبی اور گستاخی میں داخل ہوگا اور بادشاہ کی ناراضگی کا باعث بن جائے گا لہٰذا اس جماعت کا تکلم حکمی جوان کے پیشوا (نمائندہ) کی زبان سے ادا ہو رہا ہے، ان سب کے تکلم حقیقی سے بہتر ہے۔ بالکل یہی حال امام کی قراءت کے باوجود قوم کے قراءت کرنے کا ہے کہ یہ شوروشغب میں داخل اور ادب سے دُور اور تتر بتر ہونے کا باعث ہے جو اجتماع کے منافی ہے۔ حنفی اور شافعی فقہ کے اکثر اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں کہ ان کا ظاہر اور ان کی صورت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب کو ترجیح دینے والی معلوم ہوتی ہے لیکن ان کا باطن اور ان کی حقیقت مذہب حنفی ہی کی موید ہے۔[1]

(۱) مبدا و معاد، منہا: ۲۸

Marfat.com

۴۸

لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ۔[1]

قضا کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

تلوار اور جہاد میں یہ طاقت نہیں ہے کہ قضا کو رد کر سکے۔ پس لشکرِ دعا ضعف و عاجزی کے باوجود لشکرِ غزا سے زیادہ قوی ہے۔ نیز لشکرِ دعا (لشکرِ غزا کے لئے) روح کی مانند ہے اور لشکرِ غزا (لشکرِ دعا کے لیے) جسم و قالب کی طرح، پس لشکرِ غزا کے لئے لشکرِ دعا کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جسم بغیر روح کے تائید و نصرت کے لائق نہیں ہوتا۔ اسی لئے (راویوں نے) کہا ہے: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ۔[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکرِ غزا اور جہاد کرنے والوں کے غلبہ کے باوجود فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت طلب فرمایا کرتے تھے۔ پس فقراء جو کہ دعا کا لشکر ہیں خواری اور زاری اور بے اعتباری کے باوجود ضرورت کے وقت کام آتے ہیں اگرچہ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ (فقر دونوں جہان میں روسیاہی کا باعث ہے) کہا گیا ہے۔[3]

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب القدر، رقم الحدیث: ۲۱۳۹

(۲) الاحادیث المختارہ جلد ۴، ص ۱۷۲۳/ المعجم الکبیر جلد اول ص: ۲۹۲

(۳) دفتر سوم، مکتوب: ۴۷

۲۹

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْت" لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَک" مُقَرَّب" وَلَانَبِیّ" مُرْسَل"[1]

میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل میرے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا۔

صحیح ہونے کی صورت میں اس حدیث میں تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے اور اس تجلی سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی پاک بارگاہ کی طرف توجہ ہو بلکہ یہ تجلی اُس جانب سے ہے متجلیٰ لہ (جس پر تجلی وارد ہوئی ہے) کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے، (یہ تجلی) عاشق میں معشوق کی سیر کی قسم ہے (کیونکہ) عاشق سیر سے سیر ہو چکا ہے۔

آئینہ صورت از سفر دور است ☆ کاں پذیرائی صورت از نور است

ہر آئینہ کی شکل جو عاشق سفر سے دور ☆ صورت کا عکس دور سے لیتا ہے اس کا نور[2]

ایک جماعت نے اس "وقت" سے دائمی وقت مراد لیا ہے اور دوسری جماعت نے ایک خاص وقت مراد لیا ہے کیونکہ بعض لطائف کی نسبت یعنی روح، سر، خفی اور اخفی سے بطریق استمرار (دائمی) ہے اور بعض لطائف کی نسبت ندرت (قلت) لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں ہے۔ غرض یہ کہ اپنے ظاہر کو شریعت مطہرہ سے آراستہ کر کے باطنی سبق کے تکرار پر مداومت اختیار کریں۔[3] مبدأ و معاد میں اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ممکن ہے کہ اس خاص وقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس اشارہ کے تعین کا قرینہ وہ دوسری حدیث ہو سکتی ہے جس میں قرة عینی فی الصلوة فرمایا گیا ہے۔ اس قرینے کے علاوہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہ معرفت اس فقیر کے خصوصی معارف میں سے ہے۔ مشائخ نے اس کمال کو جمع بین التوجہین میں شمار فرمایا۔"[4]

---

(۱) کشف الخفاء، جلد۲ ص۲۵۶/ مختصر مقاصد الحسنة، رقم:۸۵۸

(۲) دفتر اول، مکتوب ۹۹ (۳) دفتر اول مکتوب ۱۷۵ (۴) مبدأ و معاد، منہا:۸

Marfat.com

۳۰

مَاالُمَيّتُ اِلاَّ كَالُغَرِيُقِ الُمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعُوَةً تَلْحَقُهُ مِنُ اَبٍ اَوُاُمٍّ اَوُ اَخٍ اَوُ صَدِيُقٍ فَاِذَا لَحِقَتُهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيُهِ مِنَ الدُّنُيَا وَمَافِيُهَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُدُخِلُ عَلٰى اَهُلِ الُقُبُوُرِ مِنُ دَعَاءِ اَهُلِ الُاَرُضِ اَمُثَالَ الُجِبَالِ مِنَ الرَّحُمَةِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الُاَحُيَاءِ اِلَى الُاَمُوَاتِ الُاِسُتِغُفَارُ لَهُمُ[1]

میت تو بس اس ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہے جو باپ، ماں، بھائی، دوست کی دعا کا انتظار کرتا ہے پس جب اسے دعاء پہنچتی ہے تو یہ اس کے لیے دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاء سے اہل قبور پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے اور بے شک زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے ھدیہ ان کے لیے استغفار کرنا ہے۔

شرف الدین بدخشی کو لکھتے ہیں: اس فرزند کو چاہیے کہ شیوۂ صبر اختیار کرتے ہوئے آگے جانے والوں (یعنی مرنے والوں) کی صدقہ، دعاء، اور استغفار کے ذریعہ امداد و اعانت کریں کیونکہ مردوں کو زندوں کی طرف سے امداد کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔[2]

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: رنج و غم مرنے کا نہیں ہے بلکہ حبیب کی طرف جانے والے کے حال کی فکر ہے کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے (ہمیں) دعا، استغفار اور صدقات سے (میت کی) امداد کرنی چاہیے۔[3]

مرزا علی جان کو تعزیتی مراسلہ میں لکھتے ہیں: حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعت مقدسہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر استقامت نصیب فرمائے۔ آیت شریفہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔[4] ہر نفس جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے کے حکم کے مطابق آدمی کو موت سے بچنا ناممکن ہے۔

(۱) شعب الایمان، جلد اول، ص: ۲۰۲، رقم الحدیث: ۷۹۰۴

(۲) دفتر اول، مکتوب ۱۵۹ (۳) دفتر اول، مکتوب ۱۰۴ (۴) ال عمران: ۱۸۵

Marfat.com

فَطُوبٰی لِمَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَ کَثُرَ عَمَلُهٗ.[1] پس خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے نیک عمل بکثرت ہوئے۔ یہ موت ہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے مشتاق لوگوں کو تسلی دیتے ہیں اور ایک دوست کے دوسرے دوست تک پہنچنے کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ.[2] جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ آنے والا ہے۔ ہاں دنیا میں باقی رہنے والوں اور جو دنیا میں موت کے سبب نہ وصول حق کی دولت حاصل کر سکے اور نہ دنیا کے جھگڑوں سے آزادی حاصل کر سکے ان کا حال خراب وابتر ہے۔ آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود اس زمانے میں بہت غنیمت تھا۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کریں اور دعا، صدقہ سے ہر وقت اُن کی مدد کریں۔ وَاَنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ. یعنی پس بیشک مرنے والا ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے اور اس دعا کا منتظر رہتا ہے جو اُسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

اور نیز چاہیے کہ ان کی موت سے اپنی موت کے لئے عبرت حاصل کریں اور اپنے آپ کو کامل طور پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی مرضیات کے سپرد کریں اور دنیا کی زندگی کو دھوکے اور فریب کے سامان کے علاوہ کچھ نہ سمجھیں۔ اگر دنیا کے عیش وآرام کی ذرا سی بھی قدر وقیمت ہوتی تو کفار بدکردار کو دنیا کے مال واسباب میں سے بال برابر بھی کوئی چیز نہ دی جاتی۔[3]

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام داؤد علیہ السلام، جلد۸، ص:۱۱۷، رقم:۲۰

(۲) العنکبوت:۵

(۳) دفتر اول، مکتوب:۸۹

۳۱

مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ غُفِرَلَهُ [1]

جو (حالتِ) اسلام میں بوڑھا ہوا اللہ اسے معاف کر دے گا۔

یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کرے (یعنی ایمان و نیکی کے ساتھ جوان سے بوڑھا ہوا ہو) امید کی جانب ترجیح اور مغفرت کا گمان غالب رکھیں کیونکہ جوانی میں خوف درکار ہے اور بڑھاپے میں رجاء (امید) زیادہ غالب ہونی چاہیے [2]

(۱) سنن الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، رقم الحدیث: ۱۶۳۴

(۲) دفتر اول، مکتوب: ۸۸

۳۲

مَاالدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحدٰھُمَاسخطت الْاُخریٰ.[۱]
دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکنیں ہیں ان دونوں میں سے اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض۔

پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوگئی۔ ناچار وہ آخرت سے بدنصیب ہوگیا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ مِنْ مَحَبَّتِھَا وَمُحَبَّۃِ اَھْلِھَا. حق تعالیٰ ہمیں اور آپ کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔

اے فرزند! کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا وہی ہے جو تجھے حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دور کردے۔ پس بیوی بچے، مال وجاہ وریاست، لہو ولعب اور لایعنی (بیکار) کاموں میں مشغول ہونا یہ سب دنیا میں داخل ہے (جبکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کردیں اور وہ علوم بھی جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے وہ بھی سب دنیا میں داخل ہیں۔ اگر علوم نجوم ومنطق وہندسہ اور حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کارآمد ہوتے تو سب فلاسفہ اہل نجات میں سے ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عَلَامَۃُ اِعْرَاضِہٖ تَعَالیٰ عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُہٗ بِمَالَایَعْنِیْہِ بندہ کا بے فائدہ (فضول کاموں میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کی اس سے روگردانی (منہ پھیر لینے) کی علامت ہے۔

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جان کندن است [۲]

عشق الٰہی کے علاوہ جو کچھ بھی ہے، خواہ شکر خوری ہی کیوں نہ ہو، موت ہے۔

---

(۱) کتاب الزھد، ابن مبارک ص: ۲۱۰

(۲) مثنوی مولانا روم، دفتر اول، بیت: ۳۶۸۶

Marfat.com

اور یہ جو بعض (علماء) نے کہا کہ علمِ نجوم کی نماز کے اوقات پہچاننے کے لئے ضرورت پڑتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اوقات نماز کا پہچاننا علم نجوم کے بغیر حاصل نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ علمِ نجوم بھی اوقات پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو علم نجوم نہیں جانتے لیکن نماز کے اوقات کو نجوم جاننے والوں سے بہتر جانتے ہیں۔ علم منطق وحساب اوراس قسم کے دوسرے علوم جن کا مجمل طور پر حاصل کرنا بعض شرعی علوم میں ضروری ہے ان کے حاصل کرنے کی جو وجہ بیان کرتے ہیں وہ بھی قریب یہی ہے۔ غرضیکہ بہت سے حیلوں کے بعد ان علوم میں مشغول ہونے کا جواز پیدا ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان علوم کے پڑھنے سے احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت کے سوا اور کوئی غرض مدنظر نہ ہو ورنہ ان علوم میں مشغول ہونا ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ انصاف کرنا چاہیے کہ جس مباح امر کے اختیار کرنے سے واجب امور فوت ہو جائیں وہ اباحت کی حد سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغول ہونے سے شرع کے ضروری علوم میں مشغول ہونا فوت ہو جاتا ہے۔[1]

(۱) دفتر اول، مکتوب: ۳۰۷، مزید دفتر اول، مکتوب: ۲۳۴

Marfat.com

۴۴

مَااُوْذِیَ نَبِیٌّ" مِثْلَ مَااُوْذِیْتُ [1]

جتنی ایذا مجھے پہنچی ہے اتنی کسی نبی کو نہیں پہنچی۔

شاید اس ایذا سے مراد یہی ایذائے دیدِ نقص و قصور ہو جو کمال حزن واندوہ کا باعث ہے، کیونکہ دوسری ایذاؤں کے متعلق دیگر انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات میں کہا جاسکتا ہے کہ زیادہ ہوں۔ چنانچہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نوسو پچاس سال تک اپنی قوم میں رہ کر دعوت دیتے رہے اور طرح طرح کی ایذائیں برداشت کرتے رہے۔ منقول ہے کہ آپ علیہ السلام کی قوم دعوت کے وقت آپ پر اسقدر پتھر برساتی کہ آپ سنگ باری کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو جاتے اور تڑپتے رہتے اور پتھروں کے نیچے دب جاتے پھر جب ہوش آجاتا تو پھر دعوت و تبلیغ شروع کر دیتے اور قوم پھر آپ کے ساتھ اس سے زیادہ ہی معاملہ کرتی۔ اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ. یہاں تک کہ لکھا ہوا اپنے وقت کو پہنچ گیا۔

جاننا چاہیے کہ یہ دیدِ نقص و قصور دوری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قرب و حضور کی وجہ سے ہے کیونکہ صاف و شفاف اور روشن مقام میں تھوڑی سی کدورت بھی زیادہ نظر آتی ہے اور مکدر مقام میں بہت زیادہ کدورت بھی بہت تھوڑی معلوم ہوتی ہے۔ [2]

---

(۱) المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۱۱۹

(۲) دفتر سوم، مکتوب: ۱۲۲

Marfat.com

۳۴

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (۱)

آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اس کے مطابق ان (فقراء) سے محبت کرنے والے ان کے ساتھ ہیں اور وہ فقراء ایسے ہیں جن کا جلیس و ہمنشین شقاوت و بدبختی سے محفوظ ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کچھ فرشتے کاتبین اعمال کے علاوہ ایسے بھی ہیں جو راستوں اور گذرگاہوں پر اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ کسی جماعت کو ذکر کرتے ہوئے پالیتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ جلد اپنے مقصد کی طرف آؤ۔ پس وہ سب کے سب اپنے بازوؤں سے اس جماعت پر چھا جاتے اور احاطہ کر لیتے ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے آسمان تک یہ سلسلہ پہنچ جاتا ہے۔ پس خداوند کریم جو اپنے بندوں کے حال سے خوب باخبر ہے ملائکہ سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں پایا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: بارِالٰہا! وہ تیری حمد وثنا بیان کر رہے تھے اور تجھ کو بڑائی وتعظیم کے ساتھ یاد کر رہے تھے اور تمام عیوب ونقصانات سے تجھ کو منزہ ومبرا قرار دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے، اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں: پھر اور زیادہ تحمید (حمد) تمجید (بزرگی) اور تکبیر (بڑائی) بیان کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ مجھ سے کیا طلب کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ بہشت طلب کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں دیکھا۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم الحدیث: ۶۱۷۰/ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم الحدیث: ۲۶۴۰

Marfat.com

حق تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ دیکھ لیں تو ان کو (بہشت کی) اور زیادہ طلب وحرص ہو جائے۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے: کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں: اے رب! وہ دوزخ سے ڈرتے ہیں اور تیری پناہ کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ دیکھ لیں تو اور زیادہ پناہ چاہیں اور دوزخ سے بچنے کے لئے زیادہ سے زیادہ راہ فرار اختیار کریں۔ ان سوال وجواب کے بعد حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب! ان ذکر کرنے والوں کی مجلس میں فلاں شخص ذکر کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ دنیاوی حاجت لے کر آیا تھا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔[1] (میں اس کا ہمنشین ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا۔

حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ اس جماعت سے محبت کرنے والے ان کے ساتھ ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ ہے وہ محروم وبد بخت نہیں ہے۔[2]

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، رقم، ۶۴۰۷/ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل مجالس الذکر، رقم الحدیث: ۲۶۸۹

(۲) دفتر اول، مکتوب: ۲۰۳

﴿ ۴۵ ﴾

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌ" ۔[1]
یعنی جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

بھلا جو چیز کہ مردود ہو اُس میں حُسن (بھلائی) کہاں سے آئے گی۔

اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهُدٰی هَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَاوَکُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة ضَلالَة۔[2]
یعنی اس کے بعد واضح ہو کہ بہترین کلام، کلام اللہ ہے اور بہترین طریقہ و سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ و سیرت ہے اور سب سے بدترین چیز (دین میں) نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ کَانَ عَبْداً حَبَشِیاً فَاِنَّهٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَی اخْتِلَافاً کَثِیْراً فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْابِهَاوَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة" وَکُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة"۔[3] یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اپنے حکام کی بات سنو اور اس کی تابعداری کرو، اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا

(۱) صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۲۶۹۷/صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، رقم الحدیث: ۱۷۱۸

(۲) سنن ابن ماجه، کتاب المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، رقم الحدیث: ۴۵

(۳) مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۷۱۴۴

Marfat.com

وہ عنقریب بہت اختلافات دیکھے گا پس تم میری اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو، اور اس کو بہت مضبوط تھامو اور دانتوں سے مضبوط پکڑو، اور نئے پیداشدہ امور سے بچو کیونکہ ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی وضلالت ہے۔

لہٰذا جب دین میں ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی وضلالت ہے تو پھر بدعت میں حسن (بھلائی) تلاش کرنے کے کیا معنی۔ نیز احادیث شریفہ سے جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے بعض کی کوئی تخصیص نہیں (کہ کہیں یہ بدعت حسنہ ہے اور یہ سیئہ) لہٰذا ہر بدعت سیئہ ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَا اَحْدَثَ قَوْم" بِدْعَةً اِلاَّ رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّک" بِسُنَّةٍ خَیر" مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ. [1] یعنی جب کوئی قوم بدعت جاری کرتی ہے تو اُس سے اس جیسی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعت کے جاری کرنے سے بہتر ہے۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا ابْتَدَعَ قَوْم" بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلاَّ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لاَیُعِیْدُهَا اِلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. [2] یعنی کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت ان میں سے اُٹھالیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔

جاننا چاہیے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء ومشائخ نے اچھا سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کی رافع ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے۔

---

(۱) مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۶۹۷۰

(۲) سنن الدارمی، المقدمہ، باب اتباع السنة، رقم الحدیث: ۹۸

اور اسی طرح مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے حالانکہ شملہ کا دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے۔ اور ایسے ہی وہ امر ہے جو علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود دل کے ارادہ کے زبان سے بھی نماز کی نیت کہنی چاہیے۔ حالانکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ سے کسی صحیح حدیث یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحابِ کرام وتابعین عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو، بلکہ جب اقامت ہوتی تھی وہ ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہتے تھے لہٰذا زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ رفع سنت تو بجائے خود رہا یہ تو فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس تجویز میں اکثر لوگ زبانی نیت پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور دل کی غفلت پر کچھ نہیں ڈرتے کہ اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو کہ نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی حال تمام مبتدعات ومحدثات کا ہے کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہے خواہ کسی طرح کی ہو اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفعِ سنت ہے۔

لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی متابعت پر کمر بستہ رہیں اور اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتداء پر کفایت کریں کیونکہ فَاِنَّھُمْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ [1] وہ ستاروں کی مانند ہیں جن کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کو ظاہر کرتے ہیں کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے [2]

---

(۱) المطالب العالیۃ، جلد۸، ص: ۳۸۲، رقم الحدیث: ۴۱۵۷، ۴۱۵۸

(۲) دفتر اول مکتوب ۱۸۶/ مکاشفات غیبیہ، مکاشفہ ۲۸، مزید دفتر سوم مکتوب: ۱۰۵/ مبدأ ومعاد منھا: ۵۵

Marfat.com

۳۶

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحاً ظَھَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ [۱]

یعنی جو شخص چالیس روز خالص اللہ کے لئے کر دیتا ہے تو حکمت و دانائی کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر اس کی زبان پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

تو حدیث میں اس قلب سے مراد یہی گوشت کا لوتھڑا (مضغہ) ہے۔

اور دوسری احادیث میں تو یہ مراد متعین ہی ہے۔ مثلاً آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ [۲] بے شک میرے دل پر ہلکا سا غبار طاری کر دیا جاتا ہے تو یہ غبار کا پیش آنا اسی مضغہ گوشت پر ہوتا ہے، قلب کی حقیقت جامعہ پر نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو کلیتہً غبار سے آزاد ہو چکی ہوتی ہے۔ اور دوسری حدیث میں قلب کے پلٹنے کا ذکر بھی آیا ہے۔

جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ [۳] یعنی مومن کا قلب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ اَرْضٍ فَلَاۃٍ یعنی مؤمن کا قلب پرندہ کے اس پر کی طرح ہے جو کسی جنگل بیابان میں پڑا ہو۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَللّٰھُمَّ یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ [۴]

یعنی اے اللہ! اے دلوں کو پلٹنے والے (اللہ) میرے قلب کو اپنی فرمانبرداری پر قائم رکھ۔

تو یہ قلب کا پلٹنا اور قائم نہ رہنا اسی مضغہ گوشت کے لئے ثابت ہے کیونکہ (قلب کی) حقیقت جامعہ

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ، جلد ۸، ص: ۱۳۱، کتاب الزھد، رقم: ۴۳

(۲) صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب استحباب الاستغفار .... رقم الحدیث: ۲۷۰۲

(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث: ۳۸۳۴

(۴) ایضاً مگر حدیث میں طاعتک کی جگہ دینک کا لفظ ہے۔

Marfat.com

کے لئے تو اُلٹنے پلٹنے کا ہرگز تصور ہی نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ تو مطمئنہ ہے اور اطمینان میں راسخ ہوچکی ہے۔

اور حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جب قلب کے لئے اطمینان کی درخواست کی تو اُن کی مراد بھی یہی مضغہ گوشت تھا، نہ کہ کوئی اور چیز کیونکہ ان کا قلب حقیقی تو بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی ان کے قلبِ حقیقی کی سیاست کی وجہ سے قطعاً مطمئن تھا۔[1]

(۱) مبداومعاد، منہا: ۱۳

Marfat.com

۳۷

من قال لا الٰہ اللّٰہ دخل الجنۃ۔ ؎۱

جس نے لا الا اللہ کہا جنت میں داخل ہوا۔

حضرت رب جل سلطانہٗ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے والے اس کلمہ سے زیادہ کوئی چیز نفع بخش نہیں۔ جب یہ کلمہ طیبہ آگ میں داخل ہونے کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے تو دوسرے قسم کے غضب کو جو اس سے کم ہیں ان کو بطریق اولیٰ تسکین دیتا ہے اور کیوں تسکین نہ دے جبکہ بندہ بار بار اس کلمہ طیبہ سے ماسوائے حق کی نفی کر کے سب سے منہ پھیر لیتا ہے اور معبود برحق ہی کو اپنا قبلہ توجہ بنالیتا ہے۔ غضب کا سبب مختلف توجہات تھیں جن میں بندہ گرفتار تھا جب وہ دور ہو گئیں تو غصہ بھی جاتا رہا۔ اس معنی کو عالم مجاز میں بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی مالک اپنے غلام سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر غصہ کرتا ہے تو غلام اپنی حسن فطرت کی بنا پر اپنی تمام توجہ دوسروں سے ہٹا کر مالک کی طرف لگا دیتا ہے اور ہمہ تن اپنے مالک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس وقت ناچار غلام کے حق میں مالک کی شفقت و محبت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا غضب و آزار دور ہو جاتا ہے۔

یہ فقیر اس کلمہ طیبہ کو رحمت کے اُن ننانوے خزانوں کی کنجی محسوس کرتا ہے جو آخرت کے لئے ذخیرہ کیا گیا ہے اور جانتا ہے کہ ظلماتِ کفر اور کدورات شرک کو دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بڑھ کر شفاعت کرنے والی دوسری کوئی چیز نہیں۔ جس کسی نے اس کلمہ کی تصدیق کی ہو اور اس سے ایمان کا ذرہ حاصل کر لیا ہو پھر اگر وہ کفر کی رسوم اور شرک کے رذائل میں مبتلا ہو جائے تو بھی امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت سے عذاب سے باہر اور دائمی عذاب دوزخ سے نجات پائے گا جس طرح اس امت کے کبیرہ گناہوں کی سزا کے دفع کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(۱) مجمع الزوائد، جلد ۱، رقم الحدیث: ۲۳/ طبرانی کبیر، رقم الحدیث: ۱۶۳۷

Marfat.com

کی شفاعت نافع اور کارگر ہے۔اسی طرح کلمہ طیبہ کی شفاعت بھی۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ ''اس امت کے کبیرہ گناہ'' اس لئے کہ چونکہ امم سابقہ میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بہت کم ہوا ہے بلکہ رسومات کفر اور رذائل شرک کی آمیزش بھی کم پائی جاتی ہے لہٰذا شفاعت کی سب سے زیادہ محتاج یہی امت ہے۔امم سابقہ میں ایک جماعت کفر پر مصر تھی اور دوسری جماعت اخلاص کے ساتھ ایمان لے آئی تھی اور اوامر کی بجا آوری کرتی تھی۔ لیکن یہ امت گناہوں سے پُر ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوجاتی اگر کلمہ طیبہ جیسا اہم کلمہ ان کی شفاعت کرنے والا نہ ہوتا اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات جیسے شفاعت کی شان والے نہ ہوتے: اُمَّة'' مُـذْنِبَة'' وَّرَبّ'' غَـفُـوْر''. یہ امت گنہگار ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے۔حق جل وعلا قیامت کے دن جس قدر عفوو بخشش اس امت کے حق میں کام لائے گا معلوم نہیں کہ تمام گذشتہ امتوں میں سے کسی کے حق میں کام لائے۔گویا کہ ننانوے رحمتیں اس گنہگار امت کے لئے ذخیرہ کی گئی ہیں۔

کہ مستحق کرامت گناہگارانند

کرم کے مستحق تو (اس امت کے) گنہگار ہیں

چونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عفوو مغفرت کو پسند کرتا ہے اور عفوو مغفرت کے لئے بھی اس امت پر تقصیر کے برابر کوئی اور مقام ومحل نہیں لہٰذا لازمی طور پر یہ امت خیر الامم قرار پائی اور کلمہ طیبہ جو ان کی شفاعت کرنے والا ہے افضل الذکر ہوا۔اور اُن کی شفاعت کرنے والے پیغمبر نے سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات کا خطاب پایا۔ اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ. وَکَانَ اللّٰهُ غَـفُـوْرًا رَّحِیْـمـاً.[1] یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ہاں ارحم الراحمین کے شایاں یہی ہے اور اکرم الاکرمین ایسا ہی ہونا چاہیے۔

(۱) الفرقان: ۷۰

Marfat.com

؎ بر کریماں کارہا دشوار نیست

کریموں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں

وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْراً [1] اور یہ سب اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ. [2] اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہمارے حد سے بڑھنے کو بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

نیز اس کلمہ کے فضائل میں سے بھی کچھ سنو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وبارک نے ارشاد فرمایا ہے: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. [3] جس نے صدق دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ کوتاہ نظر تعجب کرتے ہیں کہ صرف ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے کس طرح جنت میں داخلہ میسر ہو جائے گا لیکن وہ لوگ اس کلمہ طیبہ کی برکات سے واقف نہیں ہیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوا ہے کہ اگر تمام عالم کو بھی صرف ایک مرتبہ کلمہ طیبہ (صدق دل سے) پڑھ لینے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو بھی گنجائش ہے۔ اور یہ بھی مشہود ہوتا ہے کہ اس کلمۂ مقدس کی برکات کو اگر تمام عالم پر تقسیم کر دیں تو ہمیشہ کے لئے سب کو کافی ہو گی اور سب کو سیراب کر دیں گی۔ پھر ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اس کلمۂ طیبہ کے ساتھ کلمہ مقدسہ ''محمد رسول اللہ'' بھی جمع ہو جائے اور تبلیغ توحید کے ساتھ انتظام پا جائے اور رسالت ولایت کے ساتھ مل جائے۔ ان دونوں کلموں (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) کا مجموعہ ولایت ونبوت کے کمالات کا جامع ہے اور ان دونوں سعادتوں کا پیشوائے راہ ہے۔ یہی کلمہ ہے جو ولایت کو ظلماتِ ضلال سے پاک کرتا ہے اور نبوت کو بلند سے بلند درجے تک پہنچاتا ہے۔

---

(۱) نساء: ۳۰

(۲) آل عمران: ۱۴۷

(۳) مجمع الزوائد، جلد اول، ص: ۳۲، رقم الحدیث: ۲۳

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ لا تَحرِمنَا مِن بَرَکَاتِ ھٰذِہِ الکَلِمَۃِ الطَّیِّبَۃِ وَثَبِّتنَا عَلَیھَا وَاَمِتنَا عَلٰی تَصدِیقِھَا وَاحشُرنَا مَعَ المُصَدِّقِینَ لَھَا وَادخِلنَا الجَنَّۃَ بِحُرمَتِھَا وَبِحُرمَۃِ مُبَلِّغِیھَا عَلَیھِم الصَّلَوَاتُ وَالتَّسلِیمَاتُ وَالتَّحِیَاتُ وَالبَرَکَاتُ. یااللہ! ہم کو اس کلمہ طیبہ کی برکات سے محروم نہ کر اور ہم کو اس پر ثابت قدم رکھ اور ہم کو اس کی تصدیق کے ساتھ موت نصیب فرما اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما اور ہمیں اس کی حرمت اور اس کی تبلیغ کرنے والے علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل جنت میں داخلہ نصیب فرما۔

اور نیز جب نظر اور قدم عاجز رہ جاتے ہیں اور ہمت کے بال و پر جواب دیدیتے ہیں اور معاملہ غیب محض صرف کے ساتھ پڑتا ہے اس مقام پر کلمہ طیبہ لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کے سہارے کے بغیر پاؤں نہیں چل سکتے اور اس کلمہ مقدسہ کی آغوش کے بغیر اس مسافت کو طے نہیں کیا جا سکتا۔

اس کلمہ طیبہ مقدسہ کو ایک مرتبہ پڑھنے والا اس کلمہ طیبہ مقدسہ کی حقیقت کی امداد و اعانت سے ایک قدم میں اس مسافت کو طے کر لیتا ہے اور اپنی ذات سے دُور اور حق جل وعلا کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور اس مسافت کا ہر جزو عالمِ امکان کے تمام دائروں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا اس بیان سے اس کلمہ طیبہ کے ذکر کی فضیلت کو سمجھ لینا چاہیے کہ تمام دنیا اس کلمہ طیبہ کے مقابلے میں کوئی مقدار نہیں رکھتی اور کچھ بھی محسوس نہیں ہوتی۔ کاش کہ ان دونوں کے درمیان وہی نسبت ہوتی جو ایک قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کلمہ طیبہ کی عظمت کا ظہور اس کے پڑھنے والے کے درجات کے اعتبار سے ہے جسقدر پڑھنے والا بلند درجہ ہوگا اسی قدر اس کلمہ مقدسہ کی عظمت کا ظہور بھی زیادہ ہوگا۔

یَزِیدُکَ وَجھُہٗ حُسناً اِذَا مَازِدتَّہٗ نَظَراً

اس کا حسن بڑھتا ہی جائے گا جتنا زیادہ دیکھو گے

Marfat.com

معلوم نہیں کہ اس دنیا میں رہ کر کوئی آرزو اس کے برابر ہو کہ کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ طیبہ کی تکرار سے لذت پائی جائے اور محظوظ ہوا جائے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں میسر نہیں ہوا کرتیں اور غفلت اور (حقوق کی ادائیگی کے لئے) مخلوق سے میل جول رکھنے کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے[1]

(۱) دفتر دوم، مکتوب: ۳۷

Marfat.com

۳۸

وَمَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ (۱)

جو شخص چراگاہ کے ارد گرد پھرتا ہے اس کا اس میں داخل ہونے کا احتمال ہے۔

لہٰذا محرمات (حرام چیزوں) سے اجتناب کرنا فضول مباحات سے بچنے پر موقوف ہوا۔ پس ورع وتقویٰ کے (حصول کے) لئے فضول مباحات سے بچنا بھی لازم ہوا اور ترقی وعروج ورع (تقویٰ) پر وابستہ ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ ہر اعمال کے دو جزو ہیں ایک امتثالِ امر (احکام کا بجالانا) اور دوسرے اجتناب از مناہی (منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز) اوامر کی بجا آوری میں تو قدسیاں (فرشتے) بھی (انسان کے ساتھ) شریک ہیں، اگر صرف اوامر کی بجا آوری ہی سے ترقی واقع ہوتی تو قدسیوں (فرشتوں کے درجات میں) بھی ترقی واقع ہوتی (لیکن ان کے درجات میں ترقی نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو بھی صرف اوامر کی بجا آوری سے ترقی نہ ہوگی جب تک کہ وہ مناہی سے باز نہ رہے) اور فرشتوں کے لئے مناہی سے بچنے کا سوال ہی نہیں کیونکہ وہ فطرۃً (گناہوں سے) معصوم ہیں مخالفت کی مجال نہیں رکھتے کہ جس سے انہیں روکنے کی ضرورت پیش آئے۔ لہٰذا اس بات سے لازم آیا کہ ترقی اسی جزوِ (دوم) پر وابستہ ہے اور یہ اجتناب سراسر نفس کی مخالفت ہے کیونکہ شریعت خواہش نفس کو دور کرنے اور ظلمانی رسومات کو دفع کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے کیونکہ نفس کی طبیعت کا تقاضا یا تو حرام کا ارتکاب ہے یا ایسے فضول کاموں کا اختیار کرنا ہے جو حرام تک پہنچا دیتا ہے لہٰذا حرام اور فضول سے اجتناب عین مخالفتِ نفس ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، رقم الحدیث: ۱۵۹۹ / صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرألدینہ، رقم الحدیث: ۵۲

Marfat.com

اگر سوال کریں کہ اوامر کی بجا آوری میں بھی نفس کی مخالفت ہے کیونکہ نفس نہیں چاہتا کہ عبادات میں مشغول ہو، لہٰذا اوامر کی بجا آوری پر بھی ترقی ہونا لازم ہوا اور چونکہ فرشتوں میں امتثالِ اوامر (احکام کی بجا آوری) کی مخالفت مفقود ہے اس لئے وہ ان کی ترقی کا سبب بھی نہیں۔ فالقیاس مع الفارق اس کا جواب یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی میں نفس کا راضی نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنی فراغت و آرام کا خواہاں ہے وہ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو کسی چیز سے مقید کرے اور یہ فراغت اور عدم تقلید (پابندی قبول نہ کرنا) بھی حرام یا فضول کاموں میں داخل ہے۔ لہٰذا اوامر کے بجالانے میں بھی نفس امارہ کی مخالفت اس حرام یا فضول سے اجتناب کی وجہ سے ہے نہ کہ صرف اوامر کی ادائیگی کی بنا پر کیونکہ یہ چیز ملائکہ کو بھی حاصل ہے پس یہ قیاس صحیح ہے۔ لہٰذا ہر وہ طریقہ جس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہو وہ (حق تعالیٰ تک پہنچانے میں) سب طریقوں سے اقرب (زیادہ قریب) ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نفس کی مخالفت کی رعایت تمام طریقوں سے زیادہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں ہے کیونکہ ان (نقشبندیہ) بزرگوں نے عزیمت پر عمل کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ عزیمت میں ہر دو جزو یعنی حرام اور فضول کے پرہیز کی رعایت کی گئی ہے بخلاف رخصت کے جس میں صرف حرام سے اجتناب کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ باقی دوسرے طریقوں نے بھی عزیمت کو اختیار کیا ہو تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اکثر طریقوں میں سماع و رقص (جائز) ہے جس میں بڑے حیلے اور تکلف کے بعد صرف رخصت تک نوبت پہنچی ہے اس میں عزیمت کی کیا مجال ہے۔

اور اسی طرح ذکر بالجہر ہے کہ اس میں بھی رخصت سے زیادہ کوئی چیز تصور نہیں کی جاسکتی۔ اور اسی طرح دوسرے مشائخ کے سلاسل نے بھی اپنے اپنے طریقوں میں نیک نیتی کے ساتھ امورِ محدثہ (نئے نئے کام) پیدا کئے ہیں کہ جن کی درستگی کی انتہا صرف رخصت تک ہے بخلاف اس سلسلۂ عالیہ کے اکابرین کے کہ انہوں نے بال برابر بھی سنت کی مخالفت تجویز نہیں کی اور ابداع و احداث (اپنی طرف سے نئی چیز لانا اور پیدا کرنا) روا نہیں رکھا۔ لہٰذا اس طریقے میں

Marfat.com

نفس کی مخالفت بدرجۂ اتم موجود ہے اور یہ طریقہ سب طریقوں سے قریب ترین ہے اس لئے طالب کو اس طریقے کا اختیار کرنا اولیٰ وانسب ہے کیونکہ یہ راستہ نہایت ہی قریب کا ہے اور ان بزرگوں کا مطلب کمال رفعت میں ہے اور ان کے خلفائے متاخرین کی ایک جماعت نے ان بزرگوں کے اوضاع واطوار کو ترک کر کے بعض ایسے نئے نئے امور جیسے سماع ورقص اور (ذکر) جہر اختیار کر لئے ہیں اس کی وجہ عدم وصول ہے یہ لوگ اس بزرگ خاندان کے اکابرین کی نیتوں کی حقیقت تک نہیں پہنچے اور خیال کر بیٹھے ہیں کہ ان محدثات ومبتدعات (نت نئی باتوں اور بدعتوں) سے اس طریقے کی تکمیل وتتمیم کر رہے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح سے وہ (طریقہ کو) خراب اور ضائع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں [1]

(۱) دفتر اول، مکتوب: ۲۸۶

Marfat.com

۳۹

هُمْ قَوْم" لَاَ يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ [1]

یہ(اولیاء)وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہتا۔

اہل اللہ(اولیاء)امراض قلب کے اطباء ہیں اور امراض باطنیہ کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ان کا کلام دواء ہے اوران کی نظر شفاء ہے(ان کے متعلق حدیث شریف میں ہے)هُمْ قَوْم" لَاَ يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ. یعنی یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والے بد بخت نہیں ہوتے)نیز وَھُمْ جُلَسَاءُ اللّٰہِ [2] یعنی یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں۔نیز فرمایا:بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ. [3] یعنی انہی لوگوں کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے طفیل (مخلوق کو)رزق دیا جاتا ہے۔

باطنی امراض کی جڑ اور معنوی علتوں (اندرونی بیماریوں) کا سردار(سب سے بڑی بیماری)دل کا غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری (پھنسا رہنا) ہے جب تک اس گرفتاری سے مکمل طور پر آزادی حاصل نہ ہوجائے سلامتی (ایمان) محال ہے۔کیونکہ شرکت کو حضرت جل سلطانہٗ کی بارگاہِ عالی میں ہرگز دخل نہیں ہے۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [4] آگاہ رہو کہ خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے۔

---

(۱)صحیح بخاری، کتاب الدعوات،رقم الحدیث:۶۴۰۸

(۲)الکامل فی ضعفاء الرجال،جلد ۶،ص:۲۳۷۵

(۳)غالباً صحیح البخاری کی روایت ھل تنصرون وترزقون الابضعفائکم کا مفہوم بیان کیا گیا ہے(کتاب الجھاد والسیر،رقم الحدیث:۲۸۹۶)

(۴)الزمر:۳

پس کیا حال ہوگا اس شخص کا جو شریک کو حق تعالیٰ کی محبت پر غالب کرلے، نہایت بے حیائی کی بات ہے کہ غیر اللہ کی محبت کو حق تعالیٰ کی محبت پر اس طرح غالب کرلیا جائے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلہ میں معدوم یا مغلوب ہو جائے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ" مِنَ الْاِیْمَانِ [1] حیاء ایمان کی ایک فرع (شاخ) ہے۔ شاید اسی حیاء کی طرف اشارہ ہے۔

اور قلب کے گرفتار نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ (دل) ماسوا کو کلی طور پر بھول جائے اور تمام اشیاء کو اس طرح فراموش کردے کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرنا چاہے تو اس کو یاد نہ آئیں۔ پس اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی اس مقام میں کیا گنجائش ہے۔ اسی حالت کو اہل اللہ فناء سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ فنا اس راہ میں قدمِ اول ہے اور یہ مقام انوارِ قدم کے ظہور کا مبدأ ہے اور معارف وحکم کے ورود کا منشا ہے وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ. اس کے علاوہ بے فائدہ رنج اٹھانا ہے۔

ہیچ کس را تا نگردد او فنا
نیست رہ در بارگاہِ کبریا [2]
جب تک فنا نہیں ہوتا کوئی بارگاہِ کبریاء کا راستہ نہیں پا سکتا۔[3]

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، رقم الحدیث: ۹

(۲) مثنوی مولانا روم، دفتر: ۶، بیت: ۲۳۲

(۳) دفتر اول، مکتوب: ۱۰۹/ مزید دفتر اول، مکتوب: ۷۴

Marfat.com

۴۰

يَدْخل فقراءِ المؤمنينَ الجَنَّة قبلَ الاغنياء بنصفِ يومٍ خَمْسِ مائة عَامٍ۔[1]

اس امت کے فقراء اغنیاء سے نصف یوم پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

اس سے مراد دنیاوی پانچ سو سال ہیں کیونکہ حق تعالیٰ جل وعلا کے نزدیک (آخرت کا) ایک دن (دنیا کے) ہزار سال کے برابر ہے، چنانچہ یہ آیۂ کریمہ وَاِنَّ یَوْماً عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ۔[2] اور تحقیق کہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارے حساب کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے۔ اس معنی پر شاہد ہے۔ اور اس مدت کا اندازہ علم الٰہی جل شانہٗ کے سپرد ہے۔ بغیر اس کے کہ روز وشب اور سال وماہ متعارف ومتحقق ہوں۔ اور فقیر سے مراد صبر کرنے والا فقیر ہے جس نے احکامِ شرعیہ کی بجا آوری کو اپنے اوپر لازم کیا اور ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرتا رہ۔ اور فقر میں بھی درجات ومراتب ہیں اور ان میں سے بعض (افراد) درجات میں بعض سے بلند ہیں۔ ان مراتب میں اعلیٰ مرتبہ مقامِ فناء میں ظاہر ہوتا ہے جہاں حق جل شانہٗ کے علاوہ وہ سب کچھ ناچیز اور فراموش ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص فقر کے ان تمام مراتب کا جامع ہے وہ اس سے افضل ہے جو بعض مراتب رکھتا ہو اور بعض نہ رکھتا ہو۔ لہٰذا فناء کے باوجود جو ظاہری فقر رکھتا ہے وہ اس سے افضل ہے جو ظاہری فقر نہیں رکھتا۔ اس کو خوب سمجھ لیں۔[3]

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم الحديث: ۴۱۲۲/ مصنف ابن ابی شيبة، جلد۸، ص: ۱۳۱

(۲) الحج: ۴۷

(۳) دفتر سوم، مکتوب: ۳۸

Marfat.com

اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِی یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِہٖ قَالُوا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِہٖ قَالَ: لَایُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَاسُجُوْدَھَا[1]

مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ چوروں میں سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے کوئی کس طرح چُراتا ہے؟ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ وہ نماز کے رکوع وسجود کو اچھی طرح ادانہیں کرتا۔

نیز آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدائے جل شانہٗ اس شخص کی نماز کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت (سیدھا) نہیں رکھتا[2] اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا کہ رکوع وسجود پوری طرح ادانہیں کررہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، اگر تو اسی عادت پر مرگیا تو دین محمدی پر تیری موت نہ ہوگی۔ نیز آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہوگی جب تک کہ وہ رکوع کے بعد پوری طرح سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرلے اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ قرار نہ پکڑ لے۔ اور اسی طرح آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ حضرت رسالت مآب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ایک نمازی کے پاس سے گذرے دیکھا کہ وہ احکام وارکان، قومہ وجلسہ پوری طرح ادانہیں کررہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اگر تو

(۱) مسند احمد، رقم الحدیث:۲۲۰۱۹/ صحیح الجامع الصغیر، رقم الحدیث:۹۸۶

(۲) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۸۵۵

Marfat.com

اس عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن تجھ کو میری امت میں سے نہ کہا جائے گا اور دوسری جگہ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمدی پر نہ مرے گا۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ اس شخص نے رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود پوری طرح ادا نہیں کر رہا تو آپ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا چالیس سال سے، آپ نے فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری ایک نماز بھی نہیں ہوئی اگر تو مر گیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی سنت پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب مومن بندہ نماز (اچھی طرح) ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع وسجود بخوبی بجا لاتا ہے تو اس کی نماز بشاشت والی اور نورانی ہوتی ہے، فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں اور نماز اپنے نمازی کے لئے اچھی دعا کرتی ہے اور کہتی ہے حَفِظَکَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَمَا حَفِظْتَنِیْ یعنی خدائے عزوجل تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو وہ نماز ظلمت والی رہتی ہے، فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے اور اس نماز کو آسمان پر نہیں لے جاتے، اور وہ نماز اس نمازی کے لئے بددعا کرتی ہے اور کہتی ہے ضَیَّعَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی کَمَا ضَیَّعْتَنِی. یعنی خدائے عزوجل تجھ کو ضائع کرے جس طرح تو نے مجھ کو ضائع کیا۔

پس نماز کو عمدہ طریقے پر ادا کرنا چاہیے اور تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ اچھی طرح بجا لانا چاہیے اور دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت کرنی چاہیے کہ وہ نماز کو کامل طور پر ادا کریں اور تعدیل ارکان کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں کوشش کریں کیونکہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہو رہا ہے اس عمل کا زندہ کرنا بھی دین کی اہم ضروریات میں سے ہے۔

(۱) یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے/ صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث:۳۸۹

Marfat.com

آں سرورعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔[1] اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے وقت صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا چاہئیے تاکہ نمازیوں میں سے کوئی شخص آگے پیچھے کھڑا نہ ہو، کوشش کرنی چاہئیے کہ سب نمازی ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہوں۔ آں سرورعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پہلے صفوں کو درست فرمالیا کرتے تھے پھر تکبیر تحریمہ کہتے۔ آنسرورعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے[2] کہ صفوں کا برابر کرنا بھی اقامتِ صلوٰۃ میں سے ہے۔[3]

---

(۱)الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد ۲، ص: ۷۳۹

(۲)صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اقامۃ الصف.........رقم الحدیث: ۷۲۳

(۳)دفتر دوم، مکتوب: ۶۹/ مزید: دفتر دوم مکتوب: ۸۷

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد و وظائف

صوفیہ کے ہر سلسلہ میں اپنے اوراد و وظائف ہیں جن پر مریدین عمل کرتے ہیں۔ سلسلہ مجددیہ میں یہ اہتمام خصوصی طور پر کیا گیا ہے کہ وہی اوراد و وظائف بتائے جائیں جن کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی۔

خواجہ صالح کولابی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ آپ کے دن رات کے وظائف اکٹھے کر دیئے جائیں تو آپ نے فرمایا: مقبول و مقتدا عمل حضرت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک ہے۔ کتب احادیث سے منتخب کر لینا چاہیے۔ خواجہ صالح کولابی کے اصرار پر آپ رحمۃ اللہ نے اجازت فرمائی تو یہ بھی خصوصاً نصیحت کی کہ جو قول و فعل نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق ہو اسی پر عمل کرنا۔[1]

گویا آپ کے بتائے ہوئے وظائف بھی آپ کی خدمت حدیث کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے چند اوراد و وظائف نقل کیے جاتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاتون کو یہ ورد تلقین فرمائی: "جو شخص چاہتا ہے کہ آخر شب میں جلد بیدار ہو جائے اس کو چاہیے کہ اول شب میں عشاء کی نماز کے بعد جلد سو جائے اور بیکار مشاغل میں جاگتا نہ رہے اور سوتے وقت استغفار و توبہ، التجاء و تضرع کرے اور اپنے عیوب و نقائص میں غور کرے اور عذاب اُخروی کے خوف اور دائمی رنج و الم سے ڈرے اور اس وقت کو غنیمت جانے اور حق سبحانہ سے عفو و مغفرت کی درخواست کرے اور سو مرتبہ کلمہ استغفار دل کی پوری توجہ کے ساتھ زبان سے ادا کرے۔[2]

---

(۱) صالح کولابی، خواجہ، ہدایت الطالبین، تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر کراچی۔

(۲) دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

Marfat.com

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ.

میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں، وہ (اللہ) جس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، کائنات کا نگران ہے اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔[1]

اسی مکتوب میں ہے: ''اور کوشش کریں کہ ہر نماز فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی جائے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے اس کو بہشت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔[2]

ہر روز اور ہر شب میں

سبحان اللہ وبحمدہ (۱۰۰ بار)

اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔[3]

حدیث میں ہے اگر اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو معاف ہو جاتے ہیں۔[4]

پنجگانہ نمازوں میں سے ہر نماز کے بعد

کلمہ تنزیہ	سبحان اللہ (33 مرتبہ) اللہ پاک ہے (ہر عیب سے)
کلمہ تحمید	الحمد للہ (33 مرتبہ) ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے۔
کلمہ تکبیر	اللہ اکبر (33 مرتبہ) اللہ سب سے بڑا ہے۔
اور ایک بار یہ کلمہ (تاکہ سو کی گنتی پوری ہو جائے)	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ''.

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب منہ دعاء: استغفر اللہ، رقم الحدیث: ۳۳۹۷

(۲) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ رقم الحدیث: ۹۷۲

(۳) دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

(۴) صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح، رقم الحدیث: ۶۴۰۵

Marfat.com

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔[1]

صبح کے وقت ایک بار پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَآ اَصْبَحَ بِی مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ ، فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

اے اللہ! مجھے یا تیری مخلوق میں سے جس کسی کو جو بھی نعمت ملی ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے اور تو یکتا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، پس تیرے ہی لیے سب تعریف ہے اور تیرے ہی لیے شکر ہے - اور شام کے وقت بھی ایک بار پڑھیں۔[2]

حدیث مصطفوی میں وارد ہے جو شخص کسی جگہ اترے تو یہ کلمات پڑھے:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ.

میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، اس کی مخلوق کے شر سے۔[3]

جب کوئی خوفناک صورت نمودار ہو تو کلمہ تمجید:

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ ہی کی توفیق سے۔[4]

---

(۱) دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۵۹۷

(۲) دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، رقم الحدیث: ۵۰۷۳

(۳) دفتر سوم، مکتوب: ۶۹

صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب التعوذ من ...... رقم الحدیث ۲۷۰۹۹

(۴) صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب قول لاحول ولا...... رقم الحدیث: ۶۴۰۹/ صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت...... رقم الحدیث: ۲۷۰۴/ (دفتر دوم، مکتوب: ۳۲)

Marfat.com

اور معوذتین کا تکرار کرنا ایسے وقت میں غنیمت ہے۔[1]

اس کلمہ کے بارے میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''جو واقعہ آپ نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اس قسم کا ظہور طالبان حق پر اکثر ہوتا رہتا ہے، کوئی فکر کی بات نہیں: اِنَّ کَیْدَ الشَّیطٰنِ کَانَ ضَعِیفاً۔ (نساء:۷۶) اگر پھر اس قسم کا واقعہ ہو تو کلمہ تمجید کی تکرار سے اس مفسد کو دفع کریں۔[2]

حدیث شریف: جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اپنے ایمان کو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے تازہ کرتے رہو۔

کے مطابق اس عظیم الشان کلمہ سے ہر وقت ایمان کو تازہ کرتے رہنا چاہیے۔[3]

دفتر اول ہی کے مکتوب ۵۲ میں آپ لکھتے ہیں: ''جب نفس سرکشی پر اتر آئے اور عہد شکنی کرے تو اس کلمہ کی تکرار سے ایمان کو تازہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ہر وقت اس کلمہ کی تکرار ضروری ہے اس لیے کہ نفس امارہ ہمیشہ برائی پر اکساتا ہے۔ اس کلمہ کی فضیلتوں کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر سب آسمانوں اور زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھیں اور اس کلمہ طیبہ کو دوسرے پلڑے میں تو یہ کلمہ والا پلڑا یقیناً دوسرے پلڑے پر بھاری ہوگا۔

---

(۱) قرآن کریم کی آخری دو سورتوں الفلق اور الناس کے فضائل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقیة بالمعوذتین/صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن. باب فضل المعوذات ۵۰۱۶/صحیح مسلم کتاب السلام باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث رقم الحدیث:۲۱۹۲/ دفتر دوم، مکتوب:۳۲

(۲) دفتر اول، مکتوب:۱۷۴

(۳) دفتر اول، مکتوب:۷۸، دفتر اول، مکتوب:۷۳

Marfat.com

نمازِ تہجد

نمازِ تہجد راہِ سلوک کی ضروریات میں سے ہے۔کوشش کریں کہ بلاضرورت ترک نہ ہونے پائے۔اگر ابتدا میں یہ امر مشکل نظر آئے تو اس وقت بیداری میسر نہ ہو سکے تو اپنے خدمت گزاروں میں سے کسی کے ذمہ یہ فرض لگائیں کہ وہ آپ کو جگادیا کرے اور آپ کو نیند میں نہ رہنے دے۔ چند روز کے بعد بیداری کی عادت ہو جائے گی اور اس تکلیف وتحمل سے آپ بے نیاز ہو جائیں گے۔ جو شخص پچھلی رات بیدار ہونا چاہے اسے چاہیے کہ بعد نمازِ عشاء اوّل شب ہی محوِ خواب ہو جائے اور بیہودہ امور میں مشغول ہو کر جاگتا نہ رہے۔ سوتے وقت توبہ واستغفار اور التجاء وتضرع کریں۔ گناہوں کا اور معاصی کا محاسبہ کریں اور عیبوں اور قصوروں پر نگاہ ڈالیں۔ نیز دائی رنج والم اور اُخروی عذاب سے ڈر کر خدا کی جناب میں عفو وبخشش کے طالب ہوں۔[1]

---

(۱) دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

صلوٰۃ تہجد کی فضیلت کے لیے ملاحظہ فرمائیں: سنن الترمذی، باب من فتح لہ منکم باب الدعاء/صحیح مسلم کتاب الصیام، باب فصل صوم المحرم/صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قیام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ/صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

نمازِ چاشت

نمازِ چاشت بھی اگر ادا کی جائے تو بڑی اعلیٰ دولت ہے۔ کوشش کریں کہ کم از کم دو رکعت نمازِ چاشت ہمیشہ کے لئے ادا ہو سکیں۔ نمازِ چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعتیں نمازِ تہجد کی مثل بارہ ہیں۔ وقت و حال کے موافق جتنی ادا ہو سکیں غنیمت ہے۔[1]

---

(۱) دفتر سوم، مکتوب: ۱۷

نمازِ چاشت کے لئے ملاحظہ فرمائیں: صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا، باب استحاب صلوٰۃ الضحی / سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ الضحی

Marfat.com

مختصر تجزیہ:

بنظر انصاف دیکھا جائے تو صوفیہ نے دین اسلام کے متوازی کوئی فکر اور نظام پیش نہیں کیا۔ انہوں نے ان مآخذ کو ہی بطور دلیل واستشہاد پیش کیا ہے جن کو مفسرین، محدثین اور فقہاء پیش کرتے ہیں۔ صوفیہ کے پیش نظر بھی قرآن وسنت ہی رہے۔ البتہ جس طرح مفسرین ومحدثین، متکلمین وفقہا کی تعبیرات وتاویلات میں فرق ہوسکتا ہے اسی طرح صوفیہ کے ہاں بھی تعبیرات میں تنوع تو نظر آئے گا لیکن وہ شریعت اسلامیہ کے بنیادی مصادر کے دائرہ کار سے باہر نہیں ہوگا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت کے فحول علماء سے علم حدیث حاصل کیا۔ امام ابن حجر العسقلانی تک آپ کے کم سے کم صرف دو واسطے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن فھد المکی جن کے آپ صرف ایک واسطہ سے شاگرد ہیں، ان کا گھر ''بیت الحدیث'' کے نام سے معروف تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تک آپ کی سند ۱۲ واسطوں سے پہنچتی ہے۔

علم حدیث کا یہ مجددی فیضان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک صرف تین واسطوں سے پہنچا پھر آپ کے خاندان کے افراد نے بھی علم حدیث کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

علم حدیث میں آپ کی اس عمیق نظری کا نتیجہ ہے کہ مکاتیب میں اپنے مؤقف کے اثبات کے لئے، متعدد مقامات پر احادیث نقل فرمائیں، فضائل ومناقب میں محدثین کی اصولوں کے پیش نظر ضعیف روایات ضرور آئیں، مگر مجموعی اسلوب استدلال کی بنیاد صحیح روایات پر ہے۔ ایک مقام پر ایک روایت سے استدلال کرنے سے قبل لکھا ''بر تقدیر صحت اشارت...... (دفتر اول مکتوب:۹۹)۔ اصولی واعتقادی مسائل میں حدیث کے نقل کرنے سے پہلے ''در حدیث صحیح آمدہ است......'' (دفتر دوم، مکتوب:۳۶) جیسے الفاظ بھی بعض اوقات نقل کرتے ہیں۔

مکتوبات میں موضوع روایات بھی آئی ہیں اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ چونکہ متقدمین صوفیہ کی کتب آپ کے پیش نظر تھیں اور ان کتب میں ایسی روایات موجود ہیں آپ نے بھی ان متقدمین کی کتب پر انحصار کرتے ہوئے ایسی روایات نقل کیں۔

Marfat.com

علاوہ ازیں محدثین اور صوفیہ کے اسلوب و مقاصد جداگانہ ہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے اسالیب کے مطابق روایات کو نقل کرنے کا اہتمام کیا۔ مگر اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ یہ میدان محدثین ہی کا ہے۔ بہر صورت خذما صفا دع ما کدر

احادیث کے حوالہ جات کے لئے بعض مقامات پر کتاب کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کے بارے میں آپ کی رائے یہ ہے "اصح کتاب است بعد کتاب اللہ" (دفتر دوم، مکتوب: ۳۶)۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں "احادیث صحاح کہ بحد شہرت رسیدہ است بلکہ متواتر المعنی گشتہ کہ در فضیلت......" آپ نے اسی مکتوب میں یہ بھی لکھا کہ احکام شرعیہ کے لئے تین ہزار احادیث ہیں۔ مکتوبات میں علوم حدیث سے متعلقہ دیگر مباحث بھی مختلف مقامات پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ جن سے مجموعی تاثر یہی ابھرتا ہے کہ آپ نے اپنے پیش رو صاحبان علم و تقویٰ سے خوشہ چینی کرتے ہوئے، اپنی فکر بلند سے ان معانی و مطالب سے استنباط و استخراج کیا اور استنباط و استخراج شدہ یہ نکات علمیہ شریعت اسلامیہ کے مجموعی مزاج، اور علومِ اسلامیہ کے مجموعی منہج و اسلوب سے کہیں بھی متصادم نہیں ہیں۔ اگر کہیں کوئی ایسی بات ہو تو اس کی تاویل کرنی چاہے یا اس بات کو دیگر مفسرین، محدثین، فقہا اور متکلمین کے تسامحات کی طرح سمجھنا چاہیے۔ یہ سب لوگ "وارث علوم نبوت" ہیں، مگر ان سب کو کوئی بھی نبی کا درجہ نہیں دیتا۔

الغرض حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مابعد کے محدثین پر اثرات کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ علم حدیث کے حوالہ سے آپ کے اور دیگر صوفیہ کے افکار و نظریات پر کام کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے۔ منکرین تصوف کو صوفیہ کے بنیادی فکری و علمی ماخذ سے آگاہ کیا جائے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ. وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالْبَرَکَاتُ الْعُلٰی.

-☆-

Marfat.com

کتابیات

۱۔ ابن العماد الحنبلی، عبدالحی، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، مکتبہ القدسی مصر، ۱۳۵۱

۲۔ ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیان الاعیان و ابناء ابناء الزمان، تحقیق الدکتور احسان عباس، منشورات الرضی، قم، ۱۳۶۴

۳۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، بیت الافکار الدولیۃ الریاض

۴۔ احمد بن حنبل، مسند، تحقیق ابو صھیب الکرمی، بیت الافکار الدولیۃ الریاض ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

۵۔ انوشہ، حسن، دانشنامہ ادب فارسی، تہران ۱۳۸۵ھ

۶۔ البانی، محمد ناصر الدین، سلسلة الاحادیث الضعیفه و الموضوعة، الریاض، ۲۰۰۰ء

۷۔ بجنوری، سید احمد رضا، مقدمہ انوار الباری، مکتبہ حفیظیہ، گوجرانوالہ، ۱۹۸۸ء

۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، تحقیق ابو صھیب الکرمی، بیت الافکار الدولیۃ الریاض ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء

۹۔ بردی، یوسف بن تعزی، الدلیل الشافی علی المنهل الصافی، القاہرہ، ۱۳۷۵

۱۰۔ بیولر، آرثور، فھارس تحلیلی ہشتگانہ، اقبال اکادمی لاہور

۱۱۔ تبریزی، ولی الدین، مشکوة المصابیح، مترجم ابو انس محمد سرور گوھر، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۲۰۰۸ء

۱۲۔ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد، جامع الترمذی، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض

۱۳۔ خیالی، مولانا محمد نعیم اللہ، معارف مکتوبات امام ربانی، شاہ ابو الخیر اکیڈمی، دہلی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۱۴۔ دیدہ مری، خواجہ محمد اعظم، واقعات کشمیر، مترجم ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۹۵ء

۱۵۔ راشدی، سید حسام الدین، تذکرہ شعرای کشمیر، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۶۸ء

۱۶۔ الزرقانی محمد بن عبدالباقی، مختصر مقاصد الحسنة، تحقیق الدکتور محمد بن لطفی الصباغ الریاض ۱۴۰۱

۱۷۔ الزرکلی، خیرالدین، الاعلام، دارالملائین بیروت

۱۸۔ السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، تحقیق ڈاکٹر محمد بن صالح الراجحی، بیت الافکار الدولیة، الریاض

۱۹۔ السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، الضوء اللامع، منشورات دار مکتبة الحیاة، بیروت

۲۰۔ سراج احمد سرھندی، شروح مجموعہ اربعہ ترمذی، مطبع نظامی، کانپور، ۱۳۰۶ھ

۲۱۔ سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، مترجم سید زوار حسین شاہ، ادارہ مجددیہ کراچی

۲۲۔ سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی (فارسی) مکتبہ احمدیہ مجددیہ کوئٹہ

۲۳۔ سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی، مترجم مولانا سعید احمد نقشبندی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۴ء

۲۴۔ سرہندی، شیخ احمد، مبداء و معاد، ادارہ مجددیہ کراچی، ۱۹۸۴ء

۲۵۔ سرہندی، شیخ احمد، مکاشفات عینیہ، ادارہ مجددیہ کراچی، ۱۳۸۴/۱۹۶۵

۲۶۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بکسٹال لاہور ۲۰۰۷ء

۲۷۔ سعیدی، غلام رسول، مقالات سعیدی، فرید بکسٹال لاہور ۱۹۸۲ء

۲۸۔ السلامی، تقی الدین ابی المعالی محمد بن رافع، الوفیات، مؤسسة الرسالة بیروت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

Marfat.com

۲۹۔ السندی عبیداللہ، التمھید لتعریف ائمة التجدید، تحقیق ابو سعید غلام القاسمی السندی لجنة
احیاء الادب السندی، جام شورو، ۱۹۷۴ء
۳۰۔ السمعانی، عبدالکریم بن محمد بن منصور، الانساب،
دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء
۳۱۔ سہارنپوری، محمد زکریا، مکتوبات علمیہ، مرتب: محمد شاہد سہارنپوری،
سعید کمپنی ادب منزل کراچی، ۱۳۹۳ھ
۳۲۔ محمد سعید، تشیید المبانی فی تخریج احادیث المکتوبات للامام الربانی،
حیدرآباد دکن، ۱۳۲۳ھ
۳۳۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، جہانِ امام ربانی، امام ربانی فاونڈیشن کراچی ۲۰۰۵ء
۳۴۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، تحقیق ابو صھیب الکرمی،
بیت الافکار الدولیۃ الریاض ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء
۳۵۔ معصومی، میر صفر احمد، مقامات معصومی، ترجمہ و تحقیق محمد اقبال مجددی،
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴ء
۳۶۔ النسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، بیت الافکار الدولیۃ الریاض
۳۷۔ وحدت گل، شیخ عبدالاحد، الجنات الثمانیہ (قلمی)
۳۸۔ وحدت گل، الجنات الثمانیہ، تحقیق و تعلیق محمد بدر الاسلام صدیقی،
خانقاہ سلطانیہ جہلم، ۲۰۰۷ء
۳۹۔ ہیثمی، حافظ نور الدین علی، مجمع الزوائد، دار الکتاب العربی، بیروت
۴۰۔ شرف القادری، عبدالحکیم، الجواھر الغالیة من الاسانید العالیة، مؤسسۃ الشرف،
لاہور ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء
۴۱۔ شمس، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس، چہل حدیث، تحقیقات، لاہور، ۲۰۰۸ء

Marfat.com

۴۲۔ شمس، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس، مکتوبات امام ربانی کے مآخذ تحقیقات، لاہور، ۲۰۰۸ء

۴۳۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ مجلس ترقی ادب لاہور۔

۴۴۔ عبدالحئی لکھنوی، نزہۃ الخواطر، طیب اکیڈمی ملتان، ۱۹۹۲

۴۵۔ عبدالعزیز، شاہ، عجالہ نافعہ، بزم توحید وسنت، گوجرانوالہ

۴۶۔ عتیق لکھنوی، الشیخ ابوالقاسم (مرتب)، الدر المنظوم فی اسانید العلامۃ بحر العلوم، (قلمی کتب خانہ الشیخ علی احمد سندیلوی) ۱۴۲۵ھ

۴۷۔ عتیق، محمد منور، فتح القوی فی اسانید الشیخ علی احمد السندیلوی، دار طیبۃ الغراء، سوریا، ۲۰۰۷ء/ ۱۴۲۸ھ

۴۸۔ العجلونی، شیخ اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء ومزیل الالباس، تحقیق محمد عبدالعزیز الخالدی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۲۰۰۱ء

۴۹۔ عبدالغنی مجددی، انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۵۰۔ العسقلانی علی بن حجر، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

۵۱۔ العسقلانی علی بن حجر، الدرر الکامنہ، دارالکتب حدیثیہ

۵۲۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۹۸۱ء/ ۱۴۰۱ھ

۵۳۔ الفادانی، محمد یاسین بن محمد عیسی، الفیض الرحمانی باجازۃ فضیلۃ الشیخ محمد تقی العثمانی، دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۶ھ

۵۴۔ کاندھلوی، محمد ادریس، التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح، مکتبہ العثمانیہ لاہور

کاندھلوی محمد ادریس، الابواب والتراجم اردو شرح بخاری شریف، کتب خانہ جمیلی لاہور

۵۵۔ الکتانی، عبدالحئی فہرس الفہارس والاثبات، دار الغرب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء

۵۶۔ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۷۔ کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، نولکشور، ۱۳۰۷ھ

Marfat.com

may differ from those of Mufassarin(Commentators of Holy Qur'an), Muhaddiseen(Traditionists) and Fuqaha(Jurists), but the fact remains that their conclusions and judgments, more or less, are quite in harmony with the collective spirit of Islamic thought and ideology. The explanation and elucidation of forty Ahadith in this book will not only prove the point but also enlighten the reader.

The scholars of Hadith, as a result of his efforts and service to Hadith, copy his quotations in explanation of Ahadith. In this regard the explanations of Ahmed Raza Bijnori, Anwar Shah Kashmiri, Shah Abdul Ghani, Shabbir Ahmed Usmani, Idrees Kandhalvi, Siraj Ahmad Sirhindi, Saleem Ullah Khan, M. Zakariya and Ghulam Rasool Saeedi could be seen.

Following points can be extracted from the above discussion:-

1) In Sufi thought hadith has the same status as considered by Mufassereen, scholars of Hadith and jurists.
2) Self purification is not possible without obedience of Shari'ah and that it is a compulsory action.
3) Shaykh Ahmed played a vital role in spreading the knowledge of Hadith in the Sub-Continent.

The book "Shaykh Ahmad Sirhindi's Understanding and insight into Hadith" evidences Shaykh Ahmad Sirhindi's deep insight into the Science of Hadith. If you look at his Asaanid (authorities and sources) in Hadith, and note that he acquired the knowledge of Hadith from authentic and expert scholars and also note how capably and proficiently he explains and interprets the Ahadith, the fact will become all the more clear that Sufis have always based their arguments and teachings on the Qur'an and Sunnah. Only Qur'an and Hadith have been the axis of their ideas and basis of their approach towards life. The way the Sufias figured out issues and the manner they adopted to infer facts and the approach which they developed to interpret and explain Ahadith, --- all

Marfat.com

words. Other than his father Shaykh Abd-al-Ahad he got the understanding of Hadith from Imams of Hadith like Muhammad Kamal-ud-Din Yoqoob Kashmiri and Bahwal Bakakhshi. There are nearly three hundred Ahadith in letters copied by him. It was the result of his taste (passion) for Hadith that scholars like Abd-Al-Ghani. M. Saeed. Moulana Saeed Naqshbandi and Dr. Babar Baig conducted research work on these Ahadith from his letters. He also presented his arguments on the basis of Ahadith in journals (pamphlets), other than letters. How much importance he attached with Hadith could be judged from a booklet that he compiled painstakingly and in which he collected 40 comprehensive Ahadith from Sahih Bukhari and Sahih Muslim. These Ahadith provide guidance for every major aspect of life.

In the 10th century there was a widespread trend of jurisprudence (Fiqah). but with his efforts this trend was diverted to Hadith.

One of his sons wrote explanatory notes on Mishkat-Al-Masabih, the other compiled prayers practiced by the Holy Prophet. (Peace be upon him) from Ahadith. The grandson of Khawaja Masoom wrote an explanation of Sahih-al-Bukhari with the name of Faiz-Al-Bari and the efforts in spreading of Hadith in the Sub-Continent by Shah Wali-Ullah were also influenced by Shaykh Ahmad. Shah Wali Ulla's certification of Hadith reached Shaykh Ahmad.

As a result of his laborious efforts. a strong group of Muhaddith Sufis came into existence.

Marfat.com

the Sunnahs. There was no specific need of Tasawwuf then).

The fifth grade is to adapt oneself to the perfect, high qualities peculiar to Rasulullah (SAW). These qualities can't be obtained through knowledge or worshipping. They come only through Allah's blessing. In this grade are great Prophets (SAA) and very few great ones of the Ummah of Rasulullah. (SAW).

The sixth grade is to follow the perfect qualities of Rasulullah (SAW) which pertain to his Muqam-i-Mahbubiyyah. This is peculiar to those whom Allah Ta'ala loves very much; it can't be obtained through blessings. Muhabbat (love) is necessary.

The seventh grade embraces all the six previous grades. All the other grades are parts and this one is the whole comprising all the parts.

If we deeply study this letter it becomes obvious that he wants to see every aspect, whether its outer or inner, in the light of Shari'ah and he does not deem it permissible to deviate from it in any case. The more eagerly and unquestioningly a person follows this path of Sharia, the deeper his awareness of God would be. He would surely be ranked among the persons whom God loves.

In his days of acquiring knowledge and education Shaykh Ahmad not only got the words of Hadith from famous scholars but also got the meaning and practice of those

Marfat.com

The third grade involves confirming oneself to all the elevated states, holy pleasures and spiritual inclinations of Rasulullah (SAW.). This grade is obtained in the rank which Tasawwuf calls Wilayah-e-Khassah. Here, the Nafs, too, believes and obeys and all worships become real and perfect.

The fourth level consists in being real and faultless in all virtuous deeds as well as in all acts of worship. This is peculiar to the great ones who are called Ulama-e-Rasikheen. These savants with perfect knowledge understand the deeper meanings and denotations of the Quran and Hadith. The Nafs of all of them believes and becomes obedient. Blessings of this sort fall to the lot of either those who advance in the way of Tasawwuf and Wilayat or those who obey all the Sunnahs and abstain from all the Bidas. Today, Bidas have invaded the whole world, and Sunnahs have been lost; so much so that it seems beyond possibility to recover many Sunnahs and adhere to them and to save oneself from this ocean of Bidas. However, customs cannot build up the religion or the Shariah, no matter how widely they have settled and spread or how beautiful they look. Things that are Haram or cause disbelief can never be Halal or Jaiz (permitted), even if they are customarily done or used (It means that to reach this grade it is obligatory today to advance on the way of Tasawwuf. In the early centuries of Islam it was easy to follow all

Marfat.com

محال است سعدی که راه صفا
تواں رفت جز درپی مصطفیٰ

He concludes and firmly asserts that only those sayings of Sufis which harmonise with Hadith would be accepted and those which even slightly clash with it would be rejected, no matter how great is the Sufi who says it. Have a look at the summary of his letter written to Syyed Shah Muhammad:

> There are seven grades in following Rasulullah (SAW). The first one is to believe and follow the principles of Islam. All Muslim savants, Zahids (those who do not set their hearts on worldly possessions) and Abids (people who try to perform all kinds of worships) are in this grade. Their Nafs (a malignant power in man that forces him to do what Allah prohibits and not to do what Allah commands) has not fully believed in or surrendered to Allah, denying all forms of disbelief and Kufr. Allah Ta'ala, with His great pity, gives them an allowance, and accepts the belief in their hearts.
>
> The second grade is to follow all the instructions and habits of Rasulullah (S.A.W.) which pertain to inner self i.e. to purify the morals and to cleanse the heart from evil inclinations. Those who walk on the path of Tasawwuf are in this grade.

Shaykh Ahmad Sirhindi's understanding and insight into *Hadith*

The Ahadith of Prophet Muhammad (Peace be upon him) are of cardinal importance in the Islamic Shari'ah. A Muslim always tries to lead his life in the light of Prophet's Shariah. The companions of the Holy Prophet (Peace be upon him) preserved the actions and sayings of the Prophet (Peace be upon him) for Ummah and then, in the form of documents and through practice, they transferred Hadith from generation to generation. The path of "self purification" chosen by Sufis was exactly in the glorious light of the Holy Prophet (Peace be upon him)'s life. This is why in Sufi literature there are many examples of argumentation and authentication from Ahadith.

Shaykh Ahmad Sirhindi also followed this practice and maintained the tradition of argumentation from Hadith, even there is found an element of extremism in him in the matter of following the Hadith as compared to other Sufis. According to him an ideal life was the life spent under the laws of Shari'ah and he, in no case, tolerated even a little deviation from the Holy Shari'ah. He condemned the classification of Bidah into Hasan and Sayyiah as made by some Ulema, and held the opinion that no Bidah can be Hasan (good). According to him self purification was almost impossible without following Shari'ah, he used to quote the following verse from Saadi:-

All Rights Reserved with Author.

Title:	Shaykh Ahmad Sirhindi's Understanding and Insight into Hadith
Author:	Dr. Muhammad Humayun Abbas Shams Ph.D.(B.Z.University Multan Pakistan) Post.Doc.(University of Glasgow,Glasgow, U.K.)
Proof Reading:	Shahid Hussain, Muhammad Qasim
Calligraphy:	Ahmad Ali Bhutta
Composing:	Waqar Ahmad, Subh-e-Noor Computers Faisalabad.
Supervision:	Ch. Muhammad Imran Ashraf Muhammad Rashid Maghalvi
First Edition:	Sep. 2008/Ramadhan 1429 A.H.
Published by:	Tahqiqaat Lahore. 0092-42-5033837, 0321-8438292
Price:	$ 30 / Rs.220/-

297.4	Library Catalogue
ABB	Abbas, Dr. Muhammad Humayun
	Shaykh Ahmad Sirhindi's Understanding and Insight into Hadith
	Lahore Tahqiqaat, 2008
	160 p.
	1. Sufism 2. Hadith

Shaykh Ahmad Sirhindi's

Understanding & Insight into Hadith

Dr. Humayun Abbas

Post Doc. (Glasgow U.K.)
Ph.D. (B.Z.U. Multan)
Assistant Professor:
Department of Islamic Studies
(G.C. University, Lahore)

TAHQIQAAT

8-C, Mohayuddin Building, Darbar Market, Lahore.
Tel: 042-5033837, Cell: 0321-8438292

Marfat.com

تصاویر

حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری

رحمہ اللہ

(مزار اقدس، متصل مسجد)

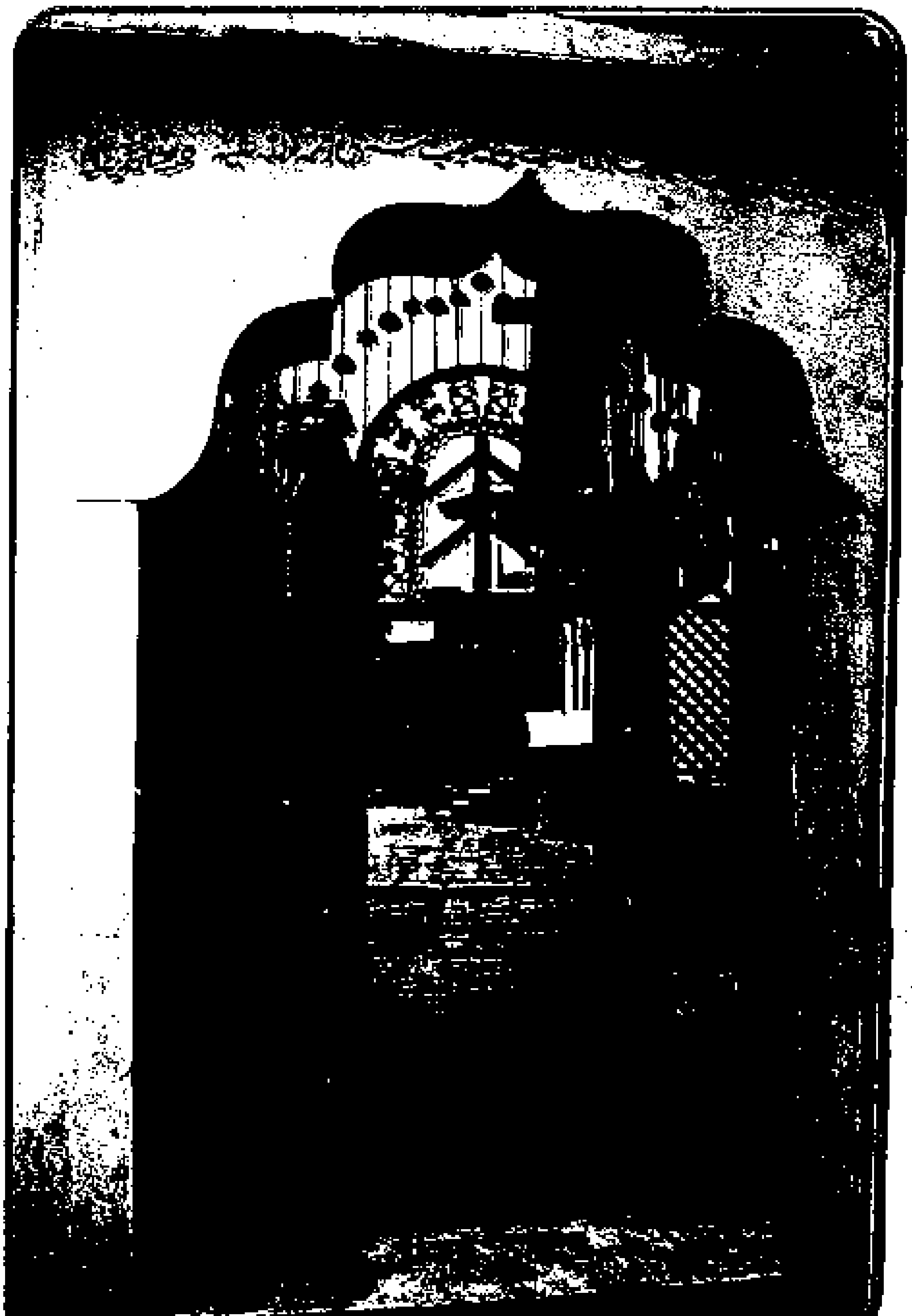

Marfat.com

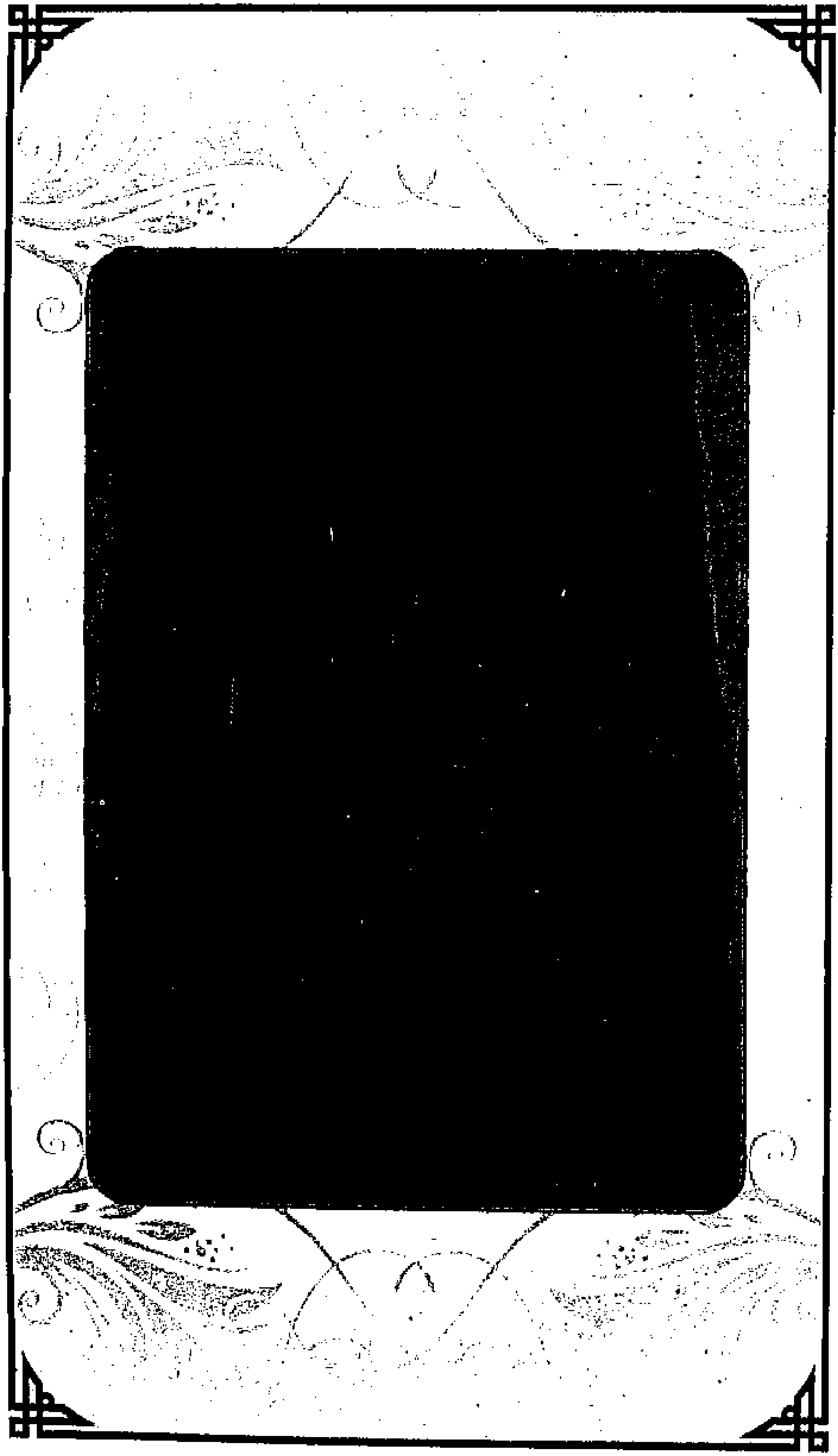

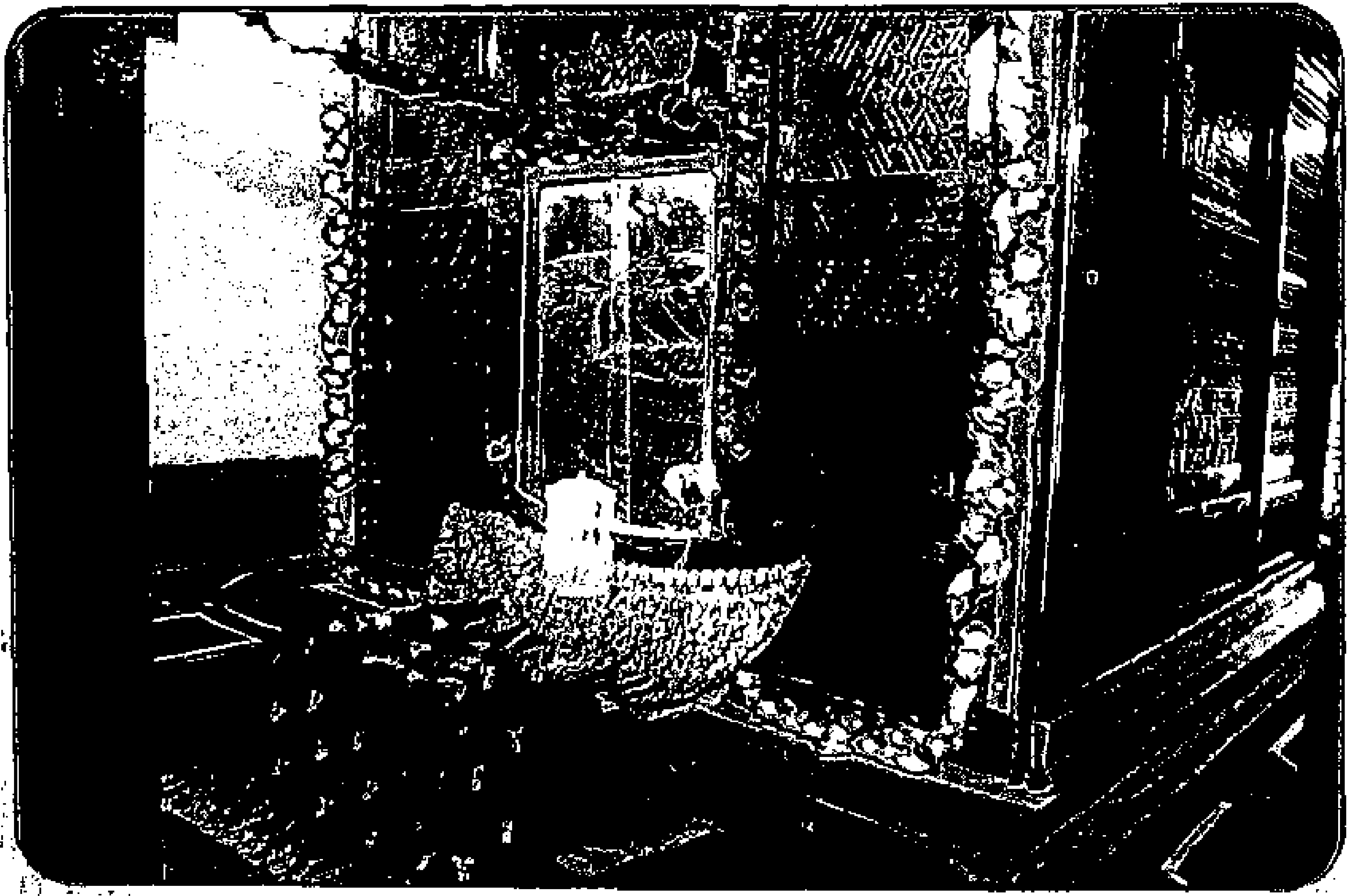

(اندرونی منظر)

Marfat.com

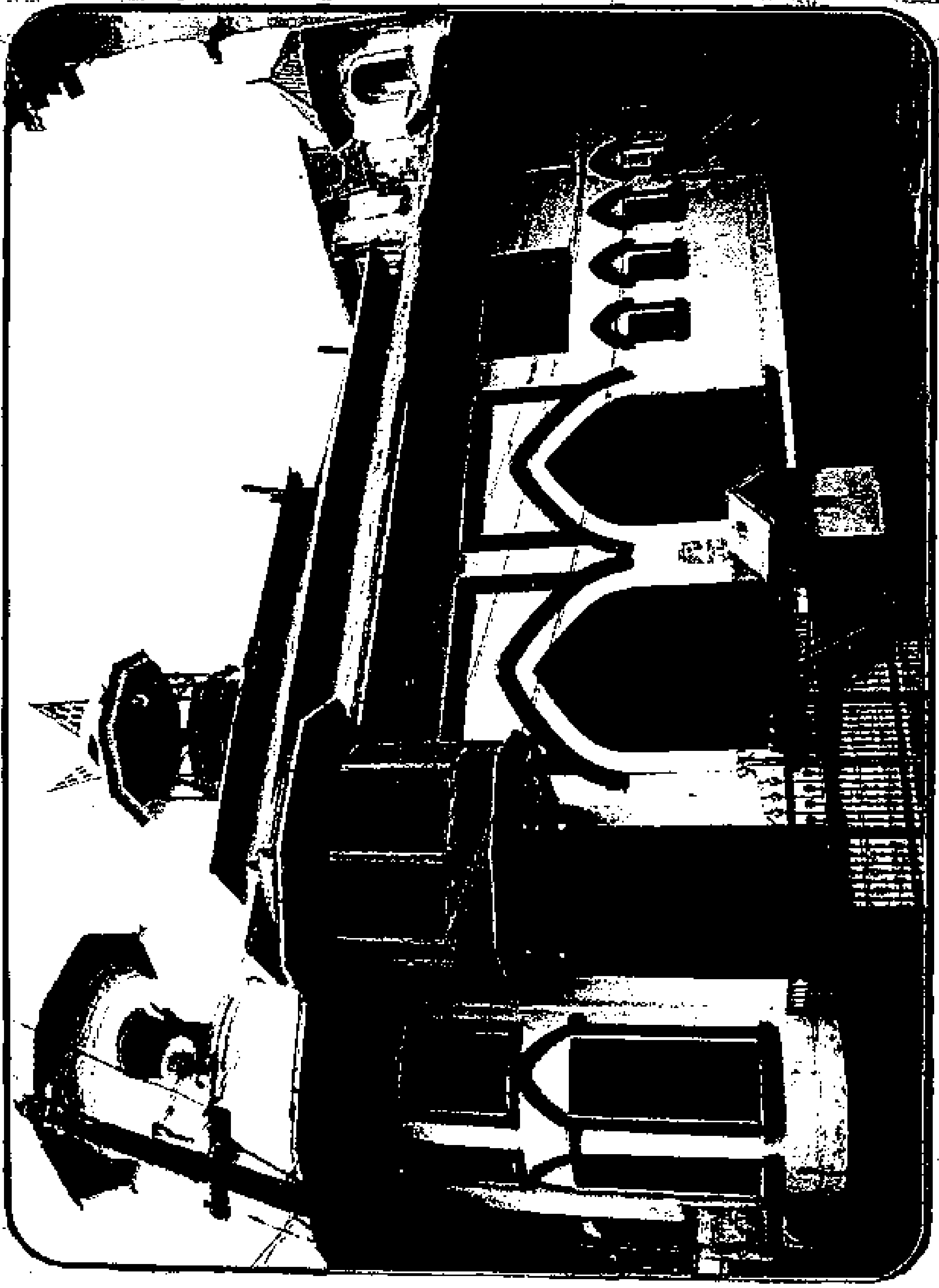

تصویرکشی: صـــبر خالد

Marfat.com

Shaykh Ahmad Sirhindi's

Understanding & Insight into Hadith

Dr. Humayun Abbas

TAHQIQAAT